شمارہ نمبر ۲۲

وَقُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ۚ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا

فروری / ۲۰۲۲

دوماہی مجلّہ

# الاجماع

* امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) پر محدثین کے اعتراضات کے جوابات۔ (اثری صاحب کو جواب) [قسط ۲]
* امام ابو حنیفہ، نعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰؁ھ) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ [قسط ۵]
* کیا عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱؁ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) کو آخری عمر میں ترک کر دیا تھا؟؟؟
* امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱؁ھ) بھی امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) کی فضیلت کے قائل ہو گئے تھے۔

ناشر: الاجماع فاؤنڈیشن

# فہرست مضامین



**نوٹ:**

حضرات! ہم نے حتی الامکان کوشش کی ہے کہ اس رسالہ میں کتابت (ٹائپنگ) کی کوئی غلطی نہ ہو، مگر بشریت کے تحت کوئی غلطی ہو جانا امکان سے باہر نہیں۔ اس لئے آنحضرات سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ کتابت کی کسی غلطی پر مطلع ہوں تو اسے دامن عفو میں چھپانے کی بجائے ادارہ کو مطلع فرما دیں، تاکہ آئندہ اس کی اصلاح کی جاسکے۔ جزاکم اللہ خیراً

## ہمارا نظریہ

ہمیں کسی سے عناد و دشمنی نہیں ہے، حدیث میں نماز کے سلسلے میں متعدد روایتیں آئی ہیں۔ ایک پر اگر غیر مقلدین عمل کرتے ہیں تو ان سے کیوں لڑا جائے، جب کہ وہ بھی حدیث میں آیا ہے۔ لیکن جب وہ حنفیوں کو طعنہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث پر عمل نہیں کرتے قیاس پر عمل پیرا ہیں، تو اس وقت سوچو! کیسے خاموش رہا جائے اور یہ کیوں نہ بتایا جائے کہ حدیث پر تم سے زیادہ عمل کرنے والے ہم ہیں اور تم سے زیادہ حدیث جاننے والے ہم ہیں۔

–محدث ابوالمآثر، حبیب الرحمٰن اعظمیؒ (م ۱۴۱۲ھ)

# امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ) پر محدثین کے اعتراضات کے جوابات۔

(اثری صاحب کو جواب) [قسط ۲]

-مولانا نذیر الدین قاسمی

محترم ارشاد الحق اثری صاحب نے حدیث "من کان لہ امام۔۔۔" کے تحت ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، شاہنشاہ الحدیث، امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ) پر محدثین کے حوالے سے کئی اعتراضات کئے ہیں، جن کو جوابات کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں:

**اعتراض نمبر ۱۰:** (امام صاحب کی حدیث "مفتاح الصلاۃ الوضوء" پر امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا اعتراض)

اثری صاحب کہتے ہیں کہ

محدثین کے نزدیک صرف یہی ایک حدیث "من کان لہ امام۔۔۔" کے مرفوع بیان کرنے میں وہم نہیں ہوا، بلکہ اور بھی بہت سی روایات ہیں، جیسا کہ امام ابن عدیؒ، ابن حبانؒ وغیرہ کے کلام گزر چکا ہے بلکہ امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے اس کی مزید مثالیں ذکر کی ہیں۔ (**توضیح الکلام: ص ۹۴۵**)

لہذا اب مشہور ثقہ، حافظ الحدیث، صاحب الجرح والتعدیل، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کے اعتراضات کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیں، چنانچہ حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا:

**حدثنا أبو يعلى قال قرئ على بشر بن الوليد أخبركم أبو يوسف، عن أبي حنيفة، عن أبي سفيان قبل أن يلقاه يخبر، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد عن النبي صلى الله عليه وسلم قال: مفتاح الصلاة الوضوء وتحريمها التكبير و تحليلها التسليم وفي كل ركعتين تسلم بعد التشهد [۱]، ولا تجزيء صلاة إلا بفاتحة الكتاب ومعها شيء زاد أبو حنيفة في هذا المتن وفي كل ركعتين تسليم۔**

**وقد رواه عن أبي سفيان أبو معاوية، وابن فضيل وزياد البكائي ومندل بن علي وحمزة الزيات وحسان الكرماني وغيرهم فلم يذكروه۔ (الکامل لابن عدی: ج ۸: ص ۲۴۳-۲۴۴)**

---

- الکامل لابن عدی کے تمام مطبوعہ نسخوں میں یہ عبارت اسی طرح ہے، دیکھئے **الکامل لابن عدی: ج ۸: ص ۲۴۳**، ت عادل أحمد عبد الموجود-علي محمد معوض، **الکامل لابن عدی: ج ۷: ص ۱۱**، ت يحيى مختار غزاوي، **الکامل لابن عدی: ج ۱۰: ص ۱۳۱**، ت مازن محمد السرساوي۔ لیکن وہ تصحیف ہے، اور صحیح "تسلم یعنی التشهد" معلوم ہوتا ہے، کیونکہ **کتاب الآثار لابی حنیفۃ بروایت ابی یوسف: حدیث نمبر ۱** پر امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ) ہی کے طریق سے یہی روایت "في كل ركعتين فسلم، يعني التشهد" کے الفاظ کے

**الجواب:**

حالانکہ حدیث "مفتاح الصلاۃ الوضوء" میں موجود الفاظ "وفي كل ركعتين تسليم" کو ابوسفیان السعدیؒ سے نقل کرنے میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) منفرد نہیں ہیں، بلکہ کئی ثقہ رواۃ نے ان کی متابعات کی ہے۔

اور اس اعتراض کا جواب گویا امام، حافظ ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے دے دیا۔

چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

**أخبرناه أبو محمد عبد الله بن يوسف الأصبهاني، أنا أبو سعيد الأعرابي، ثنا سعدان بن نصر، ثنا أبو معاوية، عن أبي سفيان السعدي، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد، أراه رفعه، شك أبو معاوية، قال: مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم، وفي كل ركعتين تسليمة۔[۱]**

**تابعه أبو حنيفة ومحمد بن فضيل وحمزة الزيات وأبو مالك النخعي وغيرهم، عن أبي سفيان، وقالوا: عن النبي - صلى الله عليه وسلم -، ولم يشكوا في رفعه۔**

(جس کا خلاصہ یہ کہ) کہ حدیث "مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم، وفي كل ركعتين تسليمة" کو ابوسفیان السعدیؒ سے نقل کرنے میں ابومعاویہ الضریرؒ (م ۱۹۵ھ) کے متابع میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ)،

---

ساتھ موجود ہے، اسی طرح امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ)، امام ابوعبدالرحمٰن المقریؒ (م ۲۱۳ھ)، امام مکی بن ابراہیمؒ (م ۲۱۵ھ)، امام حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ) وغیرہ نے بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے "يعني التشهد" کے لفظ نقل کئے ہیں۔ (**کتاب الآثار لابی حنیفۃ بروایت محمد: حدیث نمبر ۴، مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص ۱۳۰، مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج۱: ص ۴۲۸، مسند ابی حنیفۃ لابن خسرو: ج۲: ص ۴۹۰**)، لہذا صحیح "يعني التشهد" ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

(۱) اس روایت کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں۔ امام ابوبکر البیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ ان کے شیخ ابومحمد، عبداللہ بن یوسف الاصبہانیؒ (م ۴۰۹ھ) ثقہ، صالح، محدث ہیں۔ (**الروض الباسم: ج۱: ص ۶۴۶**)، ابوسعید الاعرابیؒ (م ۳۴۰ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور صاحب التصنیفات ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۲: ص ۱۶**)، سعدان بن نصرؒ (م ۲۶۵ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۴: ص ۴۵۶**)، ابومعاویہ الضریرؒ (م ۱۹۵ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۸۴۱، نیز دیکھئے**)، لہذا یہ سند ابومعاویہ الضریرؒ (م ۱۹۵ھ) سے ثابت بھی ہے اور مرفوع بھی ہے، جیسا کہ امام بیہقیؒ (م ۴۵۸ھ) نے اشارہ کیا ہے۔

حمزۃ الزیاتؒ (م ۱۵۸ھ)، محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ)، ابو مالک النخعیؒ وغیرہ موجود ہیں۔ (الخلافیات للبیہقی: ج ۲: ۷)[۱]

(۱) محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ) کی روایت کو خود حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے سند کے ساتھ ذکر کیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

''حدثنا الفضل بن الحباب، حدثنا محمد بن عبد الله الخزاعي، حدثنا محمد بن فضيل عن أبي سفيان السعدي، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد الخدري قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الوضوء مفتاح الصلاة والتكبير تحريمها والتحليل تسليمها، ولا تجزىء صلاة إلا بفاتحة الكتاب ومعها غيرها وسورة فريضة غيرها وفي كل ركعتين تسليمة يعني التشهد''۔ (الکامل لابن عدی: ج ۵: ص ۱۸۶)

**سند کی تحقیق:**

حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں، ان کے شیخ الفضل بن الحبابؒ (م ۳۰۵ھ) بھی مشہور ثقہ، مکثر، امام ہیں۔ (کتاب الثقات للقاسم: ج ۷: ص ۵۱۳)، محمد بن عبد اللہ بن عثمان الخزاعیؒ (م ۲۲۳ھ) سنن ابوداود ونسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔ محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ (تقریب: رقم ۶۲۲۷)، لہذا یہ سند محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ) سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

صدوق عند المتابعات، راوی ابو مالک النخعیؒ کی روایت مع سند درج ذیل ہے:

حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے کہا:

أخبرنا أبو القاسم المحسن بن أحمد بن الحسين بن علي بن محمد بن يحيى بن عباد بن عبد الله بن الزبير بن العوام الأسدي بنيسابور قال حدثنا أبو العباس محمد بن يعقوب الأصم حدثنا الحسن بن مكرم حدثنا أبو النضر حدثنا أبو مالك النخعي عبد الملك بن حسين عن أبي سفيان الأعسم عن أبي نضرة عن أبي سعيد رضي الله عنه عن النبي صلى الله عليه وسلم قال مفتاح الصلاة الوضوء وتحريمها التكبير وتحليلها التسليم في كل ركعتين تسليم وإذا ركع أحدكم فلا يذبح تذبيح الجزار۔ (موضح الاوہام للخطیب: ج ۲: ص ۱۹۰)

**سند کی تحقیق:**

امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث بلکہ حافظ المشرق ہیں۔ ان کے شیخ ابو القاسم محسن بن احمد الاسدیؒ صدوق ہیں۔ (المنتخب من کتاب السیاق لتاریخ النیسابور: ص ۴۹۴)، ابو العباس الاصمؒ (م ۳۴۶ھ) بھی مشہور ثقہ، حافظ الحدیث اور ثبت، امام ہیں۔ (الروض الباسم: ج ۲: ص ۱۲۷۰-۱۲۸۱)، الحسن بن مکرمؒ (م ۲۷۴ھ) بھی ثقہ ہیں۔ (تاریخ الاسلام: ج ۶: ص ۷۵۳، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۳۹۷)، ابو النضر، ہاشم بن القاسمؒ (م ۲۰۷ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت، امام ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۲۵۶)، ابو مالک النخعی کی تفصیل گزر چکی۔ (دیکھئے ص:)

نیز علی بن مسہرؒ (م ۱۸۹ھ)، مندل الکوفیؒ (م ۱۶۸ھ)، اسماعیل بن عیاشؒ (م ۱۸۲ھ) وغیرہ بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے متابع موجود ہیں، چنانچہ حافظ ابویعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) فرماتے ہیں کہ:

**حدثنا عبد الغفار، حدثنا علي بن مسهر، عن أبي سفيان، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلاة الوضوء، وتحريمها التكبير، وإحلالها التسليم، وفي كل ركعتين تسليم، ولا تجوز صلاة لا يقرأ فيها بفاتحة الكتاب وشيء معها۔ (مسند ابی یعلی الموصلی: ج ۲: ص ۳۳۶، حدیث نمبر ۱۰۷۷)**

**سند کی تحقیق:**

ابویعلی الموصلیؒ (م ۳۰۷ھ) مشہور ثقہ، امام اور حافظ الحدیث ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۱۴۱**)، عبد الغفار بن عبد اللہ بن زبیر الموصلیؒ (م ۲۴۳ھ) صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۶: ص ۳۹۸**) علی بن مسہر القرشیؒ (م ۱۸۹ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۴۸۰۰**)، لہذا یہ روایت علی بن مسہرؒ (م ۱۸۹ھ) سے ثابت ہے۔ واللہ اعلم

- اور حافظ ابوجعفر العقیلیؒ (م ۳۲۲ھ) نے کہا:

**حدثنا عبد الله بن أحمد قال: حدثنا حسان بن حسان قال: حدثنا مندل قال: حدثنا أبو سفيان، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد الخدري قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: مفتاح الصلاة الطهور، وتحريمها التكبير، وتحليلها التسليم، وبين كل ركعتين تسليم، ولا يجزئ صلاة لا يقرأ فيها بأم القرآن وقرآن معها۔ (الضعفاء الکبیر للعقیلی: ج ۲: ص ۲۲۹)**

حافظ ابوجعفر العقیلیؒ (م ۳۲۲ھ)، حافظ عبد اللہ بن احمد بن محمد بن حنبلؒ (م ۲۹۰ھ) دونوں مشہور ثقہ حفاظ میں سے ہیں۔ عبد اللہؒ کے شیخ حسان بن حسانؒ (م ۲۱۳ھ) صحیح بخاری کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۱۱۹۸**)، مندل الکوفیؒ (م ۱۶۸ھ) متابعات میں مقبول ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۸۸۳**)۔

- امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے کہا:

**حدثنا الحسن بن علي بن خلف الدمشقي، ثنا سليمان بن عبد الرحمن، ثنا إسماعيل بن عياش، عن عبد العزيز بن عبيد الله، عن أبي نضرة، عن أبي سعيد الخدري، قال: سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الطهور مفتاح الصلاة, والتكبير تحريمها, والتسليم تحليلها, وفي كل ركعتين سلام, ولا تصلى صلاة إلا بأم القرآن ومعها غيرها, وفي كل ركعتين تشهد وتسليم۔ (مسند الشامیین للطبرانی: ج ۲: ص ۲۸۹، حدیث نمبر ۱۳۶۰)**، اس روایت کے تمام رواۃ کی تفصیل گزر چکی۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۲۱: ص ۳۱**)، خلاصہ یہ کہ حدیث "مفتاح الصلاة الوضوء" میں موجود الفاظ "وفي كل ركعتين تسليم" کو ابوسفیان السعدیؒ سے نقل کرنے میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی متابعت میں ایک جماعت موجود ہے، لہذا ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا اعتراض غیر صحیح ہے۔

لہذا حدیث "مفتاح الصلاۃ الوضوء" میں موجود الفاظ "وفي كل ركعتين تسليم" کو ابوسفیان السعدیؒ سے نقل کرنے میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) پر تفرد کا الزام غیر صحیح ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۱:** (امام صاحب سے مروی حدیث "أكل ذبيحة امرأة" کا اعتراض)

ثقہ، حافظ الحدیث، صاحب الجرح والتعدیل، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵؁ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا عبدان، حدثنا زيد بن الحريش، حدثنا أبو همام الأهوازي عن مروان بن سالم، عن أبي حنيفة عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله، أن النبي صلى الله عليه وسلم أكل ذبيحة امرأة۔**

**قال الشيخ: لم يروه موصولا غير أبي حنيفة زاد فيه علقمة، وعبد الله والنبي عليه السلام وأما يرويه منصور ومغيرة وحماد عن إبراهيم قوله۔**

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) نے "عن حماد عن إبراهيم عن علقمة عن عبد الله" کی سند سے حدیث ذکر کی کہ نبی ﷺ نے عورت کا ذبیحہ کھایا۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) کے علاوہ کسی نے اس روایت کو موصول نہیں بیان کیا ہے اور امام صاحب نے اس میں علقمہؒ، ابن مسعودؓ اور نبی ﷺ کا اضافہ کیا ہے، جب کہ منصورؒ، مغیرہؒ، حمادؒ نے یہ روایت ابراہیم النخعیؒ سے مقطوعاً نقل کی ہے۔

**(الکامل: ج ۸: ص ۲۴۴)**

**الجواب:**

یہ روایت امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) سے ثابت نہیں ہے، کیونکہ سالم بن مروان ضعیف ہے۔ (**تقریب: رقم ۶۵۷۰**) اور ان کا کوئی متابع بھی نہیں ملا۔ لہذا امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) پر یہ اعتراض درست نہیں ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۲:** (امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) کی حدیث "إذا ارتفع النجم" پر اعتراض)

حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵؁ھ) نے کہا:

**أخبرنا مُحمد بن أحمد بن حماد، ومُحمد بن أحمد بن الحسين، قالا: حَدثنا شُعَيب بن أيوب، حدثنا مصعب بن المقدام، عن داود الطائي، عن النعمان بن ثابت، عن عطاء بن أبي رباح، عن أبي هريرة، عن النبي صَلى الله عَليه وسَلم قال: إذا ارتفع النجم ارتفعت العاهة عن أهل كل بلد۔**

**ورواه كذلك عن وكيع ويزيد بن هارون الحماني، ومُحمد بن الحسن، وجعفر بن عون والمقري وغيرهم، ولا يحفظ عن عطاء إلا من رواية أَبي حنيفة، عنه، ورُوي عن عسل عن عطاء مسندا وموقوفا، وعسل وأَبو حنيفة سيان**

**في الضعف، على أن عسلا مع ضعفه أحسن ضبطا للحديث منه۔**

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے **"عن عطاء بن أبي رباح، عن أبي هريرة، عن النبي صَلی الله عَليه و سَلم"** کی سند حضور ﷺ کا قول ذکر کیا کہ (جب تارہ طلوع ہوتا ہے تو تمام شہر والوں سے بیماری دور ہوجاتی ہے)۔

اس حدیث کو امام ابوحنیفہؒ سے وکیعؒ، یزید بن ھارونؒ، محمد بن الحسن، جعفر بن عونؒ، المقریؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے اور یہ روایت عطاء بن ابی رباح سے امام صاحب کے علاوہ کوئی روایت نہیں کرتا اور عسل بن سفیان عن عطاء سے بھی یہ روایت موقوفاً اور مرفوعاً روایت کی گئی اور عسل بن سفیان اور ابوحنیفہ ضعف میں برابر ہیں مگر یہ کہ عسلؒ اپنے ضعف کے باوجود امام صاحبؒ سے زیادہ حدیث کو ضبط کرنے والے ہیں۔ (**الکامل: ج۱۰: ص ۱۳۲**، ت شیخ مازن السرساوی)

**الجواب:**

سب سے پہلے عرض ہے کہ امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ہرگز ضعیف نہیں ہیں، بلکہ کئی ائمہ محدثین، بلکہ ائمہ علل نے ان کی توثیق وتعریف کی ہے۔ (دیکھئے ص:)، لہذا حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو ضعیف قرار دینا غیر صحیح ہے۔

اور عسل بن سفیانؒ کے بارے میں امام عجلیؒ (م ۲۶۱ھ)، حافظ ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) وغیرہ نے صراحت کی ہے کہ ضعف کے باوجود، ان کی احادیث لکھی جائے اور یعقوب بن سفیانؒ (م ۲۷۷ھ) نے کہا کہ نہ وہ متروک ہیں اور نہ حجت۔ (**اکمال تہذیب الکمال: ج۹: ص ۲۳۶، تہذیب التہذیب: ج۷: ص ۱۹۳**)، [۱]

---

[۱] حدیث **"إذا ارتفع النجم ارتفعت العاهة عن أهل كل بلد"** کو **"عطاء عن ابی ھریرۃ"** کی سند سے نقل کرنے میں امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) منفرد نہیں ہیں، بلکہ عسل بن سفیانؒ ان کے متابع میں موجود ہے۔ چنانچہ ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام طحاویؒ (م ۳۲۱ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا محمد بن خزيمة، قال: حدثنا المعلى بن أسد، قال: حدثنا وهيب، عن عسل، عن عطاء، عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إذا طلعت الثريا صباحا رفعت العاهة عن أهل البلد۔** (**شرح مشکل الاثار للطحاوی: ج۶: ص ۵۷**)

**سند کی تحقیق:**

(۱) امام ابوجعفر، احمد بن محمد بن سلامۃ الطحاویؒ (م ۳۲۱ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث اور امام ہیں۔ ان کے شیخ محمد بن خزیمہ البصریؒ (م ۲۷۶ھ) بھی ثقہ، مستقیم الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۸: ص ۲۶۷**)، معلی بن اسد البصریؒ (م ۲۱۸ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ (تقریب: رقم ۲۸۰۲)، وھب بن خالد البصریؒ (م ۱۶۵ھ) بھی صحیحین کے راوی اور ثقہ، ثبت ہیں۔ (**تقریب:**

لہذا عسلؒ کی روایت متابع کی صورت میں مقبول ہوگی اور اس روایت میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) پر تفرد کا الزام مردود ہے۔

پھر ان سب کے علاوہ "زکریا بن ابی زائدة عن عَامر الشّعبِيّ عَن أبي هُرَيْرَة" کی سند سے بھی یہی روایت آئی ہے۔ **(اطراف الغرائب للدارقطنی: ج۵: ص ۲۲۴)**، [۱]

لہذا اس روایت میں بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) پر اعتراض کمزور ہے۔

**اعتراض نمبر ۱۳:** (امام صاحبؒ کی حدیث "**الدال علی الخیر کفاعله**" پر اعتراض)

مشہور ثقہ، حافظ، متقن، ناقد، امام ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) نے کہا:

**حدثنا علي بن أحمد بن علي بن عمران، حدثنا بندار، حدثنا إسحاق الأزرق، أخبرنا نعمان عن علقمة بن**

---

رقم ۴۸۷۷)، عسل بن سفیانؒ متابع کی صورت میں مقبول ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔ (دیکھئے ص ۶)، عطاء بن ابی رباحؒ (م ۱۱۴ھ) مشہور ثقہ، فقیہ اور فاضل تابعی ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۵۹۱**)، اور ابو ہریرہؓ (م ۵۹ھ) مشہور صحابی رسول ﷺ ہیں۔

لہذا یہ سند متابع کی وجہ سے حسن ہے۔ واللہ اعلم

**نوٹ:**

وھب بن خالد البصریؒ (م ۱۶۵ھ) کے متابع میں حماد بن سلمہؒ (م ۱۶۷ھ)، عبد العزیز بن المختارؒ وغیرہ موجود ہیں۔ (**مسند البزار: ج ۱۶: ص ۱۸۱**)، لہذا اس روایت میں وھب بن خالد البصریؒ (م ۱۶۵ھ) پر اختلاط کی جرح مردود ہے۔

(۱)　امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کے الفاظ یہ ہیں:

**حديث: إذا طلع النجم رفع عن كل بلد العاهة۔**

**غريب من حديث الشعبي عنه، ومن حديث زكريا بن أبي زائدة عنه إن كان شيخنا محمد بن سليمان الباهلي ضبطه فإنا لم نكتبه بهذا الإسناد إلا عنه، وإنما يعرف من حديث أبي حنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة۔ (اطراف الغرائب للدارقطنی: ج ۵: ص ۲۲۴)**

اور محمد بن سلیمان الباھلیؒ (م ۳۲۲ھ) کے بارے میں خود امام دارقطنیؒ (م ۳۸۵ھ) نے کہا: کہ "**کان من الثقات**"، اسی طرح اسی کتاب "**الاطراف الغرائب**" میں بھی ایک جگہ کہا کہ "**شَيخنا ثقة**"۔ (**الدلیل المغنی فی شیوخ الدارقطنی: ص ۳۹۵**)، لہذا جب محمد بن سلیمان الباھلیؒ (م ۳۲۲ھ) ثقہ ہیں، تو دارقطنیؒ کا یہ کہنا "**إن كان شيخنا محمد بن سليمان الباهلي ضبطه فإنا لم نكتبه بهذا الإسناد إلا عنه، وإنما يعرف من حديث أبي حنيفة عن عطاء بن أبي رباح عن أبي هريرة**" مضر نہیں ہے۔

**مرثد عن سليمان بن بريدة، عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال اذهب يا فلان فإن الدال على الخير كفاعله۔**

**قال الشيخ: وهذا حديث لا يجود إسناده غير أبي حنيفة عن علقمة بن مرثد وتابعه حفص بن سليمان، روى عن علقمة أحاديث مناكير لا يرويها غيره، ورواها عن أبي حنيفة إسحاق الأزرق ومصعب بن المقدام وأرسله عنه محمد بن الحسن فلم يذكر فيه ابن مرثد، ولا بريدة۔**

امام ابوحنیفہؒ (م **۱۵۰ھ**) نے "**عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة، عن أبيه**" کی سند سے نبی ﷺ کا قول ذکر کیا کہ آپ ﷺ نے ایک شخص سے کہا: کہ اے فلاں! تم جاؤ، اس لئے کہ جو کوئی خیر کی رہنمائی کرے گا، وہ خیر کو کرنے والے کی طرح ہے۔

اس حدیث کو امام صاحبؒ کے علاوہ کسی نے علقمہ بن مرثد سے بیان نہیں کیا۔ مگر ان کے متابع میں حفص بن سلیمانؒ ہیں، لیکن انہوں نے علقمہ بن مرثد سے ایسی منکر احادیث بیان کی ہے، جو ان کے علاوہ کوئی اور بیان نہیں کرتا۔

نیز یہ حدیث امام صاحبؒ سے اسحاق الازرقؒ، مصعب بن المقدامؒ نے مسند روایت کی ہے اور امام محمدؒ نے ان سے مرسلاً نقل کیا ہے اور ابن مرثدؒ اور بریدہؓ کا ذکر نہیں کیا۔

**الجواب:**

اولاً　علقمہ بن مرثدؒ (م **۱۲۰ھ**) سے اس حدیث کو نقل کرنے میں حفص بن سلیمانؒ کے علاوہ سفیان ثوریؒ (م **۱۶۱ھ**) بھی امام ابوحنیفہؒ کے متابع ہیں، جیسا کہ حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م **۴۳۰ھ**) نے کہا ہے۔ (**مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص ۱۵۰-۱۵۱**)[۱]

---

(۱)　حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م **۴۳۰ھ**) نے کہا:

**تابعه الثوري عليه**

**حدثنا سليمان بن أحمد، ثنا إبراهيم بن هاشم، ثنا الشاذكوني، ثنا يحيى بن اليمان، عن سفيان، عن علقمة بن مرثد، عن سليمان، عن أبيه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدال على الخير كفاعله، والله تعالى يحب إغاثة اللهفان۔ تفرد به الشاذكوني۔ (مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص ۱۵۰-۱۵۱)**

**سند کی تحقیق:**

حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م **۴۳۰ھ**) مشہور ثقہ، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۱: ص ۳۶۵**)، سلیمان بن احمد، ابوالقاسم الطبرانیؒ (م **۳۶۰ھ**) بھی مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۹۰**)، ابراہیم بن ھاشم البغویؒ (م **۲۹۷ھ**) بھی ثقہ ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۸۳**)، حافظ سلیمان بن داود الشاذکونیؒ (م **۲۳۶ھ**) اور حافظ یحیی بن الیمانؒ

دوم　　یہ حدیث بریدہؓ کے علاوہ، ابومسعود الانصاریؓ، [۱]
عبداللہ بن مسعودؓ، [۲]
انسؓ، [۳]
سہل بن سعدؓ، [۴]

---

ؒ (م۱۸۹ھ) پر کلام ہے۔لیکن یہ دونوں حضرات متابعات کی صورت میں قابل ذکر ہیں۔(**الکامل: ج۴: ص۳۰۰، ۳۰۵، سیر: ج۱۰: ص ۶۸۳، تحریر تقریب التہذیب: رقم ۶۷۷۹**)، یہی وجہ ہے کہ حافظ ابونعیم الاصبہانیؒ (م۴۳۰ھ) نے کہا کہ "تابعه الثوري عليه" اس روایت میں امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) کے متابع میں سفیان ثوریؒ (م۱۶۱ھ) ہیں۔(**مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص۱۵۰-۱۵۱**)، واللہ اعلم

(۱)　　**صحیح مسلم: ج۳: ص۱۵۰۶**، ت شیخ عبدالباقی۔

(۲)　　حافظ ابوبکر البزارؒ (م۲۹۲ھ) کہتے ہیں کہ

**حدثنا إبراهيم بن عبد الله بن محمد أبو شيبة الكوفي، قال: نا بكر بن عبد الرحمن، قال: نا عيسى بن المختار، عن ابن أبي ليلى، عن فضيل بن عمرو، عن أبي وائل، عن عبد الله قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: الدال على الخير كفاعله۔**
**(مسند البزار: ج۵: ص۱۰۵، حدیث نمبر ۱۷۴۲)**

<u>**سند کی تحقیق:**</u>

اس روایت کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔البتہ ابن ابی لیلیٰؒ (م۱۴۸ھ) پر کلام ہے۔لیکن ان کے متابع میں امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) موجود ہیں۔(مناقب ابی حنیفۃ للقاری: ج۲: ص۴۸۷، طبع مع الجواهر المضية)، لہذا یہ حدیث حسن ہے۔

(۳)　　امام ابوبکر البزارؒ (م۲۹۲ھ) کہتے ہیں کہ

**حدثنا نصر بن عبد الرحمن الوشاء الكوفي، حدثنا أحمد بن بشير، حدثنا شبيب بن بشر، عن أنس، أن النبي صلى الله عليه وسلم قال: الدال على الخير كفاعله۔(مسند البزار: ج۱۲: ص۶۵، حدیث نمبر ۷۵۲۰)**، اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔

(۴)　　امام ابن عدیؒ (م۳۶۵ھ) نے کہا:

**حدثنا محمد بن يحيى بن الحسين البصري، قال: حدثنا عبيد الله العيشي، قال: حدثنا عمران بن زيد أبو محمد، قال: حدثنا أبو حازم عن سهل بن سعد، قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الدال على الخير كفاعله۔(الکامل لابن عدی: ج۶: ص۱۶۵)**، اس سند کے تمام روات ثقہ یا صدوق ہیں۔انشاءاللہ

ابوہریرہؓ،[۱]

عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، وغیرہ سے بھی مروی ہے۔[۲]

لہذا ان قوی شواہد کی وجہ سے بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی روایت قوی اور ان پر اعتراض کمزور ثابت ہوتا ہے۔

سوم　　اگر چہ امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) نے امام صاحبؒ سے یہ حدیث "**أخبرنا أبو حنيفة قال: أخبرنا علقمة بن مرثد يرفع الحديث إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم**" کی سند سے ذکر کی ہے۔(**کتاب الآثار: ج ۲: ص ۵۴۷**)،

لیکن ایک جماعت مثلاً ابو مقاتل، حفص بن سلم السمرقندیؒ (م ۲۰۸ھ)، نصر بن عبدالملک العتکیؒ، مصعب بن المقدامؒ (م ۲۰۳ھ)، اسحاق بن یوسف الازرقؒ (م ۱۹۵ھ)، النضر بن محمدؒ (م ۱۸۳ھ)، ابو یحیی الحمانیؒ (م ۱۸۲ھ) وغیرہ نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) سے یہی حدیث کو "**عن علقمة بن مرثد عن سليمان بن بريدة، عن أبيه عن النبي صلى الله عليه وسلم**" کی سند سے متصلاً نقل کیا ہے۔(**مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۶۱۶-۶۲۱**)

اور امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں، لہذا ان کی زیادتی مقبول ہوگی۔ واللہ اعلم

---

(۱)　　امام ابوالقاسم الطبرانیؒ (م ۳۶۰ھ) نے کہا:

**حدثنا محمد بن عبد الله الحضرمي قال: نا علي بن بهرام قال: نا عبد الملك بن أبي كريمة، عن ابن جريج، عن عطاء، عن أبي هريرة قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: من حج عن ميت فللذي حج عنه مثل أجره، ومن فطر صائما فله مثل أجره، ومن دل على خير فله مثل أجر فاعله**۔(**المعجم الاوسط للطبرانی: ج ۶: ص ۶۹، حدیث نمبر ۵۸۱۸**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

اس روایت کے تمام روات ثقہ ہیں، سوائے علی بن بھرام کے۔(**مجمع الزوائد: حدیث نمبر ۵۶۸۶**)، اور ابو حجۃ، علی بن بھرام بن یزید العطار المزنی صدوق ہیں۔(**تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۲۷۱، ت بشار، شعب الایمان: ج ۱۰: ص ۱۱۵، تاریخ ابن یونس المصری: ج ۲: ص ۱۵۰**)، نیز دیکھئے **سنن الترمذی: حدیث نمبر ۲۶۷۴**۔

(۲)　　حافظ العصر، امام عراقیؒ (م ۸۰۶ھ) نے کہا:

**أخرجه الدارقطني في المستجاد من رواية الحجاج بن أرطاة عن عمرو بن شعيب عن أبيه عن جده**۔(**المغنی للعراقی: ص ۱۱۵۱**)، اس روایت میں موجود حجاج بن ارطاۃؒ (م ۱۴۵ھ) صدوق ہیں، البتہ ان پر ان کی تدلیس کی وجہ سے کلام کیا گیا ہے اور جب وہ سماع کی تصریح کرے، تو محتج بہ ہونگے۔(**تہذیب التہذیب: ج ۲: ص ۱۹۶، اکمال تہذیب الکمال: ج ۳: ص ۳۸۶**)، مگر چونکہ اس روایت کے قوی شواہد موجود ہے۔ لہذا اس روایت میں حجاج بن ارطاۃؒ (م ۱۴۵ھ) کا "عنعنہ" مضر نہیں ہے۔ واللہ اعلم

**اعتراض نمبر ۱۴:** (امام صاحب کی حدیث "إن أحسن ما غيرتم" پر اعتراض)

**حدثنا يحيى بن علي بن هاشم الخفاف، حدثني محمد بن إبراهيم بن أبي سكينة، حدثنا محمد بن الحسن، أخبرنا أبو حنيفة، حدثنا أبو حجية، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود الدئلي، عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم إن أحسن ما غيرتم به الشعر الحناء والكتم۔**

**قال الشيخ: وهكذا رواه عباد بن صهيب ورواه معافى عنه عن رجل قد سماه، عن أبي بردة، عن أبي الأسود، عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم ورواه الحسن بن زياد ومكي، وابن بزيع عنه، عن أبي حجية، عن أبي الأسود، عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم ولم يذكروا ابن بريدة۔**

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) نے "**حدثنا أبو حجية، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود الدئلي، عن أبي ذر**" کی سند سے نبی ﷺ کا قول ذکر کیا کہ یقیناً وہ چیز جس سے تم بالوں (کے رنگ) کو بدل سکتے ہو، مہندی اور کتم ہے۔

جب کہ دیگر لوگوں نے ان کے واسطہ سے ابن بریدۃ کا ذکر نہیں کیا اور معافیؒ نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے یہ حدیث "**عن رجل قد سماه، عن أبي بردة، عن أبي الأسود، عن أبي ذر عن النبي صلى الله عليه وسلم**" کی سند سے بیان کیا ہے۔ **(الکامل لابن عدی: ج ۸: ص ۲۴۵)**،

**الجواب:**

اولاً معافی بن عمرانؒ (م ۱۸۶ھ) کی طریق میں "**عن رجل قد سماه، عن أبي بردة**" کا اضافہ نیچے کے روات کی طرف سے ہے، نہ کہ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) اس کے ذمہ دار ہیں۔ کیونکہ امام ابونعیم الاصبہانیؒ (م ۴۳۰ھ) نے کہا کہ معافی بن عمرانؒ (م ۱۸۶ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے یہی حدیث "**أبو حجية، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود الدؤلي، عن أبي ذر، عن النبي صلى الله عليه وسلم**" کے سند سے ذکر کی ہے۔ **(مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص ۲۶۴)**، حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) نے بھی معافی بن عمران عن ابی حنیفۃ کی طریق سے یہی سند ذکر کی ہے۔ **(مسند ابی حنیفۃ للحارثی: ج ۲: ص ۸۶۰)**، لہذا امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) اس الفاظ کے ذمہ دار نہیں ہے۔ واللہ اعلم

دوم امام صاحب سے یہ حدیث کو "**أبو حجية، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود الدئلي، عن أبي ذر**" کی سند سے صرف امام محمدؒ (م ۱۸۹ھ) نے نقل نہیں کیا، بلکہ ان سے ایک جماعت نے نقل کیا ہے۔ چنانچہ یہی حدیث، اسی سند کے ساتھ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے امام ابو یوسفؒ (م ۱۸۲ھ)، عبداللہ بن یزید المقریؒ (م ۲۱۳ھ)، معافی بن عمرانؒ (م ۱۸۶ھ)، حمزۃ الزیات

ؒ (م ۱۵۸ھ)، محمد بن مسروقؒ، ابراہیم بن معاذؒ، حسن بن زیادؒ (م ۲۰۴ھ)، اسد بن عمروؒ (م ۱۹۰ھ)، ایوب بن ھانیؒ وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ (کتاب الآثار لابی یوسف: ص ۲۳۴، مسند ابی حنیفۃ لابی نعیم: ص ۲۶۴)،

سوم امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے مروی بعض اسانید میں ''عن أبي حجية، عن أبي الأسود، عن أبي ذر '' کا بھی ذکر ہے، یعنی ''ابو حجیۃ'' اور ''ابو الاسود'' کے درمیان میں عبد اللہ بن بریدۃؒ (م ۱۱۰ھ) کا واسطہ ذکر نہیں کیا گیا۔

ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کا کہنا ہے کہ اس کے ذمہ دار امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) ہیں، مگر وہ بات قابل غور ہے، کیونکہ اس روایت میں موجود امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کے استاد، اجلح بن عبد اللہ، ابو حجیۃ الکوفیؒ (م ۱۴۵ھ) اگر چہ صدوق ہیں، (تقریب: رقم ۲۸۵)، لیکن اس حدیث ''إن أحسن ما غيرتم۔۔'' کو بیان کرنے میں انہوں غلطی کی ہے، چنانچہ امیر المومنین فی الحدیث، ثقہ، حافظ، امام ابو الحسن الدار قطنیؒ (م ۳۸۵ھ) کہتے ہیں کہ

وسئل عن حديث أبي الأسود الدؤلي، عن أبي ذر، قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: إن أحسن ما غيرتم به الشيب الحنا والكتم۔

فقال: يرويه عبد الله بن بريدة، واختلف عنه۔

فرواه سعيد الجريري، عن عبد الله بن بريدة، عن أبي الأسود، عن أبي ذر۔

تفرد به معمر بن راشد عنه، وأغرب به۔

ورواه الأجلح بن عبد الله، عن ابن بريدة، واختلف عنه؛

فرواه الثوري، وعلي بن صالح، ويحيى القطان، وزهير بن معاوية، وعبد الرحمن بن مغراء أبو زهير، وغيرهم، عن الأجلح، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود، عن أبي ذر.

ورواه أبو حنيفة، عن الأصلح، واختلف عنه؛

فرواه المقري، عن أبي حنيفة، عن أبي حجية، وهو أجلح، عن ابن بريدة، عن الأسود، عن أبي ذر.

وكذلك رواه محمد بن الحسن، عن أبي حنيفة.

وغيره يرويه عن أبي حنيفة، عن أبي حجية، عن أبي الأسود، لم يذكر بينهما ابن بريدة۔

ورواه ابن عيينة، عن عبد الرحمن المسعودي، عن الأجلح، فقال عن ابن بريدة، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم.

والصواب قول من قال: عن أبي الأسود، عن أبي ذر۔ (العلل للدارقطنی: ج۶: ص۲۷۷-۲۷۹)

غور فرمائیں! ثقہ، حافظ، حجت، امام سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ)، اسی طرح ابوالنضر، ہاشم بن القاسمؒ (م۲۰۷ھ) [۱] نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ المسعودیؒ (م۱۶۰ھ) سے یہی روایت "عن الأجلح، فقال عن ابن بريدة، عن أبيه، عن النبي صلى الله عليه وسلم" کے طریق سے ذکر کی ہے۔

اب اس سند کا ذمہ دار کون ہے؟ کیونکہ صحیح طریق تو "الأجلح، عن ابن بريدة، عن أبي الأسود، عن أبي ذر" کا ہے، لہذا ظاہر یہی ہے کہ اجلح بن عبداللہ، ابوحجیۃ الکوفیؒ (م۱۴۵ھ) اس کے ذمہ دار ہیں، کیونکہ وہ صدوق ہونے کے علاوہ متکلم فیہ بھی ہیں اور عبدالرحمٰن بن عبداللہ المسعودیؒ (م۱۶۰ھ) ثقہ ہیں، (تحریر تقریب التہذیب: رقم ۳۹۱۹) اور ثقہ، حافظ، حجت، سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ) نے ان سے قبل الاختلاط روایت لی ہے۔ [۲]

معلوم ہوا کہ حدیث "إن أحسن ما غير تم۔" کی سند کو بیان کرنے میں اجلح بن عبداللہ، ابوحجیۃ الکوفیؒ (م۱۴۵ھ) سے غلطی ہوئی ہے، لہذا جب سفیان بن عیینہؒ (م۱۹۸ھ)، ابوالنضر، ہاشم بن القاسمؒ (م۲۰۷ھ) سے اس حدیث کی سند کو بیان کرنے میں ان سے غلطی ہوئی ہے، تو کیا دوسرے حضرات کو بیان کرنے میں غلطی نہیں ہوسکتی؟؟؟

پس ہم یہی کہتے ہیں کہ یہاں اس حدیث "إن أحسن ما غير تم۔" کی طرق میں جو اختلاف ہے، چاہے وہ المسعودیؒ (م۱۶۰ھ) کا طریق ہو یا امام ابوحنیفہؒ (م۱۵۰ھ) کا، وہ سب اجلح بن عبداللہ، ابوحجیۃ الکوفیؒ (م۱۴۵ھ) کی وجہ سے ہے۔

الغرض ابن عدیؒ (م۳۶۵ھ) کا امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) پر یہ اعتراض بھی کمزور ہے۔

**نوٹ:**

ہمارا قطعاً یہ نظریہ نہیں ہے کہ امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) معصوم عن الخطاء ہیں۔

بلکہ جس طرح دیگر ثقہ، ثبت، ائمہ محدثین سے خطاء ہوئی ہے، اسی طرح سے امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) سے بھی خطاء ہوسکتی ہے۔ لیکن غلطی ہونا اور غلطی ہوجانا دونوں میں فرق ہے، پھر سوال یہ بھی ہے کہ کیا چند غلطیوں کی وجہ سے ان کو ضعیف الحدیث، کثیر الخطاء وغیرہ قرار دینا درست و صحیح ہے؟ جب کہ اس طرح کی چند غلطیاں حدیث میں کبار حفاظ اور ثقہ، ثبت، ائمہ محدثین سے بھی ہوئی ہیں، جس

---

(۱) أمالي المحاملي - رواية ابن يحيى البيع: ص۲۶۵، طبع دار ابن القيم، عمان۔

(۲) ابن عیینہؒ (م۱۹۸ھ) کا سماع مسعودیؒ (م۱۶۰ھ) سے قبل الاختلاط ہے۔ (سنن سعید بن منصور: ج۱: ص۲۱۳، ت الدکتور سعید بن عبداللہ ال حمید،

کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ہے۔

اور پھر امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) کے معاملہ میں ثقہ، ثبت حفاظ اور ائمہ محدثین کی ایک جماعت نے تشدد و تعنت سے بھی کام لیا ہے، جیسا کہ ان اعتراضات کے جوابات سے محسوس ہو گیا ہو گا، غالباً اس کی وجہ اصحاب الرائے کے سلسلے میں اصحاب الحدیث کا تشدد ہے، جیسا کہ امام الجرح والتعدیل، امام یحیی بن معینؒ (م ۲۳۳؁ھ)، حافظ ابن جریرؒ (م ۳۱۰؁ھ) اور حافظ المغربؒ (م ۴۶۳؁ھ) وغیرہ کے حوالے گزر چکے۔[۱]

خیر اللہ تعالی ہم سب کی غلطیوں کو معاف فرمائے اور تمام ائمۃ الفقہاء والمحدثین، حفاظ الحدیث اور ہر طرح سے دین کی خدمت کرنے والے حضرات کی خدمات کو قبول فرمائے۔۔۔۔۔آمین۔

---

(۱)　مجلہ الاجماع: ش ۱۸: ص ۳۲۔

# امام ابوحنیفہ، نعمان بن ثابتؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، حجت، حافظ الحدیث ہیں۔ [قسط ۵]

## - مولانا نذیر الدین قاسمی

(۵۱)　ثقہ، حافظ، امام قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) فرماتے ہیں کہ

''الإمام أبو حنيفة إمام الأيمة، إمام قدره كبير وفضله غزير، المعروف بالورع والتقوىٰ، والموصوف بترك التعصب والهوىٰ، السالك لمسالك الفضل، المتمسك بصحة النقل، أول إمام ألف كتب الفقه في الإسلام، وجمع فيها أحكام الحلال والحرام، وبوّبه أبواباً فهو كالمصباح، هادٍ إلى الرشد والفلاح والصلاح فمناقبه جمة، وفضائله شايعة في الأمّة، أصبح صيته في العالمين مشهوراً، وجنابه بالعلم والعمل معموراً، خص بأشرف المناقب، وأعلا المراتب وكأن مجلسه الحجة والبرهان محفوف و(بالهيبة) والوقار مكفوفاً، كان علِيَّ المراتب، غزير المناقب مصباح زاهر في الظلمة، وبدر عَلِيٌّ بين الأمة، إن ذكر في التفسير فهو فيه متقدم، أو ذكر الفقه فهو فيه متحكم أو ذكرت الأصول فهو فيها متكلم أو ذكر الأدب وما يتعاطىٰ من كلام العرب فهو في علمه مصمم فلسانه كأنه خلق للفصاحة وجبهته للصباحة، كان في القرآءة كأُبي، وفي القضاء كعلي، وفي الحديث كابن عمر، وفي الهدي بدر زهر، وفي الفرائض زيد بن ثابت، إمام الأيمة رباني الأُمة، استنار ذكره في الأمصار، استنارة الشمس والنهار، فهو صَيرفِيُّ الحديث، ينقد الطيب من الخبيث، قِيسَ في الزهد والعلم بالحسن البصري، أو بالبحر إذا يجرى، قام بإحياء الدين ونصره، دون أهل عصره، و(ذب) عن حريم الدين والملة، بسيفي الكتاب والسنة، حين برز الشيطان بجنوده، وافتخر بكثرة أهله وعديده، حتى أظهر السنة من بعد ما اختلفت، وأقام قواعد الدين من بعد ما (عفَتْ) فهو إمام أيمة الإسلام، في الكوفة والبصرة ودار السلام، عليه الرحمة من الملك السلام''۔ (مخطوطة مناقب الامام ابو حنيفة للقاسم بن قطلوبغا)

یہ عبارت صریح ہے کہ حافظ قاسم بن قطلو بغاؒ (م ۸۷۹ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، امام اور کثیر الحدیث ہیں۔

(۵۲)　حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''لم ينازع في ذلك أحد من أئمة المسلمين الذين لهم في الأمة لسان صدق من الصحابة والتابعين لهم بإحسان، والفقهاء المشهورين كمالك وأبي حنيفة والثوري والأوزاعي والليث بن سعد والشافعي وأحمد بن حنبل

و إسحاق بن راهويه۔۔۔''۔(منہاج السنۃ: ج ۳:ص ۱۱۵)

* ایک اور مقام پر حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) فرماتے ہیں کہ

''أئمة أهل الحديث و التفسير و التصوف و الفقه، مثل الأئمة الأربعة و أتباعهم''۔(ج ۲:ص ۱۰۵)

* ایک جگہ کہتے ہیں کہ

''و أما الصحابة و التابعون و أئمة الإسلام المعروفون بالإمامة في الدين، كمالك و الثوري و الأوزاعي و الليث بن سعد و الشافعي و أحمد و إسحاق و أبي حنيفة و أبي يوسف''۔(ج ۲:ص ۳۱۶)

* ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

''فقد جاء بعد أولئك في قرون الأمة من يعرف كل أحد ذكاءهم و زكاءهم مثل: سعيد بن المسيب۔۔۔و من بعد هؤلاء مثل مالك بن أنس و حماد بن زيد و حماد بن سلمة و الليث [بن سعد] و الأوزاعي و أبي حنيفة و ابن أبي ليلى و شريك و ابن أبي ذئب و ابن الماجشون و من بعدهم مثل يحيى بن سعيد [القطان] و عبد الرحمن بن مهدي و وكيع بن الجراح و عبد الرحمن بن القاسم و أشهب بن عبد العزيز و أبي يوسف و محمد [بن الحسن]۔۔۔''۔(ج ۲:ص ۸۴)

معلوم ہوا کہ حافظ ابن تیمیہؒ (م ۷۲۸ھ) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)،

* تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کے امام ہیں۔
* بلکہ اسلام کے ائمہ میں سے ہیں، جن کی دین میں امامت مشہور و معروف ہیں۔
* صدوق، ذہین اور متقی امام ہیں۔

(۵۳) ثقہ، حافظ، مجاہد، امیر المومنین فی الحدیث، امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت لی ہے اور وہ اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔(دراسات حديثية متعلقة بمن لا يروى الا عن ثقة للشيخ ابى عمرو الوصابى:ص ۲۸۴)

- ایک اور روایت میں کہتے ہیں کہ

''غلب ابو حنيفة رحمه الله الناس بالحفظ و الفقه و الصيانة و شدة الورع''

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حافظہ، فقہ، پرہیزگاری اور اتقان میں لوگوں پر غالب تھے۔(مناقب للمکی:ص ۱۸۴، طبع بیروت)

- ایک اور روایت میں امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

**"فاذا كان الحديث لا يو خذ الا عن ثقة فالأحرى ان لا يو خذ الا عن ثقة فاذا حدثك الثقة عن ابى حنيفة فذاک"**

جب حدیث صرف ثقہ سے لی جائے گی، تو رائے بدرجہ اولی ثقہ سے ہی لی جائے گی۔ لہذا جب کوئی ثقہ راوی تم سے امام ابو حنیفہؒ کا قول نقل کرے، تو وہ کافی ہے۔ **(مناقب للمکی: ص ۳۰۹، طبع بیروت)**

- نیز ایک اور روایت میں عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے اصحاب الاوزاعی کو روایت بیان کرنے سے، اس لئے رک گئے کہ ان حضرات نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو حدیث میں کمزور سمجھا تھا۔ فیما اعلم۔ پھر کتاب بند کردی اور فرمایا: کہ

**"ما رأيت مثل أبي حنيفة"**

میں نے امام صاحبؒ جیسا نہیں دیکھا۔ **(کشف الآثار الشریفة: ج ۱: ص ۲۳۸)**

غور فرمائیں! اگر ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث میں یتیم یا کمزور ہوتے، تو اصحاب الاوزاعی کے کہنے پر رک جاتے، لیکن انہوں نے جو کیا اور جو کہا، وہ تو روایت میں آپ کے سامنے ہے۔ لہذا ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث میں ثقہ اور بے مثال ہیں۔ واللہ اعلم

- غالباً یہی وجہ ہے کہ جو لوگ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت نہیں لیتے، وہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے یہاں تفریط کا شکار ہیں۔ **(کشف الآثار الشریفة: ج ۱: ص ۲۳۸)**

ان تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) امام المسلمین حدیث میں ثقہ، جید الحفظ اور بے مثال ہیں اور ان سے روایت نہ کرنا تفریط کے شکار ہونے کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

<u>**نوٹ:**</u>

آخیر عمر میں امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو امام ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے ترک نہیں کیا تھا۔ **(دیکھئے ص: ۳۳)**

(۵۴) حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) فرماتے ہیں کہ

**"وأما طريقة الصحابة والتابعين وأئمة الحديث كالشافعي والإمام أحمد ومالك وأبي حنيفة وأبي يوسف والبخاري وإسحاق۔۔۔"۔ (اعلام الموقعین: ج ۲: ص ۲۰۹)**

معلوم ہوا کہ حافظ ابن القیمؒ (م ۷۵۱ھ) کے نزدیک بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کے امام ہیں۔

(۵۵)　یونس بن ابی اسحاق السبیعیؒ (م ۱۵۲ھ) فرماتے ہیں کہ

**كان النعمان بن ثابت شديد الإتباع لصحيح حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن عسر عليه ما يستدل به من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بما صحت الرواية به عن أصحابه من علم أهل الكوفة، فإن خولف في ذلك إلى غير علم أهل بلده، لم يجاوز ما أدرك عليه أهل الكوفة عن أهل الكوفة۔**

نعمان بن ثابتؒ، رسول اللہ ﷺ کی صحیح حدیث کی سخت اتباع کرنے والے تھے، اگر استدلال کیلئے انہیں کوئی حدیث رسول نہیں ملتی تو اہل کوفہ میں سے آپ کے اصحاب کی صحیح روایت کو لیتے، اگر اس میں علماء کا آپ کے اہل شہر علماء سے اختلاف ہوتا تو آپ کے ہم عصر اہل کوفہ نے اہل کوفہ سے جو نقل کیا ہوتا آپ اس سے تجاوز نہ فرماتے۔ **(فضائل ابی حنیفۃ اخبارہ ومناقبہ لابن ابی العوام: ص ۱۵۰)**

اس روایت میں اس شخص کا رد ہے جس کا کہنا ہے کہ حدیث اور روات امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا میدان نہیں ہے۔

(۵۶)　حافظ ابن کثیر الدمشقیؒ (م ۷۷۴ھ) فرماتے ہیں کہ

**''فهذا أبو حنيفة رحمه الله وهو من الأئمة المعتبرين۔۔۔''۔(البدایۃ والنہایۃ: ج ۸: ص ۵۸۵)**

*　ایک اور مقام حضرتؒ پر فرماتے ہیں کہ

**''الإمام أبو حنيفة، واسمه النعمان بن ثابت التيمي، مولاهم الكوفي فقيه العراق، وأحد أئمة الإسلام، والسادة الأعلام، وأحد أركان العلماء، وأحد الأئمة الأربعة أصحاب المذاهب المتبعة، وهو أقدمهم وفاة؛ لأنه أدرك عصر الصحابة، ورأى أنس بن مالك، قيل: وغيره''۔(البدایۃ والنہایۃ: ج ۱۳: ص ۴۱۶)**

یعنی حافظ ابن کثیرؒ (م ۷۷۴ھ) کے نزدیک بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، تابعی، امام، فقیہ اور **أئمة الإسلام، والسادة الأعلام** میں سے ہیں۔

(۵۷)　صدوق راوی توبہ بن سعد القاضی المروزیؒ (م ۱۷۸ھ) نے بھی امام صاحبؒ (م ۱۸۱ھ) کو قرآن وحدیث کا ماہر قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

**حسبي أبو حنيفة حجة فيما بيني وبين ربي، لانه جمع الخصال التي تلزم الإقتداء به فقها، به يضرب المثل، وبصراً في أصول الدين وفروعه وورعا وتقوى رحمة الله عليهم۔**

ابو حنیفہؒ میرے اور میرے رب کے درمیان بطور حجت کافی ہیں، اسلئے کہ آپ ان تمام خوبیوں کے جامع ہیں جن کی وجہ سے

آپ کی اقتداء لازم ہے۔ (**کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج۱: ص۲۱۶**)

(۵۸)　امام عبدالوہاب الشعرانیؒ (م۹۷۳ھ) فرماتے ہیں کہ

**''سند: أبو حنيفة، عن عطاء، عن ابن عباس، كما ذكر سند: مالك، عن نافع، عن ابن عمر، حين ما تعرض لبيان أسانيد المجتهدين في الكتاب و السنة''**۔ (**المیزان الکبری للشعرانی: ج۱: ص۱۹۵**)

* 　اسی طرح ایک اور جگہ فرماتے ہیں کہ

**''فرایته لا یروی حدیثا الا عن خیار التابعین العدول الثقات الذین هم من خیر القرون بشهادة رسول الله ﷺ۔۔۔فکل الرواة الذین هم بینه و بین رسول ﷺ عدول ثقات اعلام اخیار لیس فیهم کذاب و لا متهم بکذب''**

پس میں دیکھتا ہوں کہ آپ عادل، ثقہ اور بہترین تابعین، جو رسول اللہ ﷺ کی گواہی کے بموجب خیر القرون ہیں، سے ہی حدیث روایت کرتے ہیں، لہذا رسول اللہ ﷺ اور آپؒ کے درمیان جتنے بھی روات ہیں تمام عادل، ثقہ، نامور اور بہترین ہیں، ان میں سے کوئی بھی کذاب یا متہم بالکذب نہیں ہے۔ (**المیزان الکبری: ج۱: ص۲۳۱**)

لہذا امام عبدالوہاب الشعرانیؒ (م۹۷۳ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) اور ان کے شیوخ، دونوں ہی ثقہ ہیں۔

(۵۹)　امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) کے علم حدیث کا تذکرہ جب عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م۲۰۶ھ) کے سامنے ہوا تو آپؒ نے فرمایا

**قدم الكوفة محدث فقال أبو حنيفة لأصحابه: انظروا اهل عنده شيء من الحديث ليس عندنا، قال: و قدم عليهم محدث آخر، فقال لأصحابه مثل ذلك۔**

کوفہ میں ایک محدث آئے تو ابوحنیفہؒ نے اپنے ساتھیوں سے کہا دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو ہمارے پاس نہیں، کہتے ہیں: اور ایک اور محدث وہاں آئے جب بھی آپؒ نے اپنے ساتھیوں سے یہی فرمایا۔ (**کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج۱: ص۲۹۴**)

معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) حدیث کی کثرت کے حریص تھے۔

(۶۰)　حافظ مجد الدین ابن الآثیر الجزریؒ (م۶۰۶ھ) فرماتے ہیں کہ

**''كان عالماً عاملاً، زاهداً، عابداً، ورعاً، تقياً، إماماً في علوم الشريعة مرضياً''**

آپؒ عالم باعمل، زاہد، عابد، انتہائی پرہیزگار، متقی، علوم شرعیہ میں امام اور پسندیدہ شخص تھے۔ (**جامع الاصول لابن الآثیر: ج۱۲: ص۹۵۲**)

یعنی امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ)، ان کے نزدیک حدیث کے بھی امام تھے، والحمدللہ علی ذالک۔

# بڑے بڑے محدثین، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کے پاس احادیث اور مسائل کے سلسلے میں جاتے تھے۔

**-مولانا نذیر الدین قاسمی**

صدوق، حافظ الحدیث، امام ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا إسماعيل بن بشر، قال: حدثنا شداد-هو ابن حكيم-، عن زفر رحمة الله عليه، قال: كان كبراء المحدثين مثل زكريا بن أبي زائدة، وعبد الملك بن أبي سليمان، والليث بن أبي سليم، ومطرف بن طريف، وحصين-هو ابن عبد الرحمن رحمة الله عليهم وغيرهم-يختلفون إلى أبي حنيفة رحمة الله عليه، ويسألونه عما ينوبهم من المسائل، وما يشتبه عليهم من الحديث۔**

امام زفرؒ فرماتے ہیں: بڑے بڑے محدثین جیسے زکریا بن أبي زائدة، عبد الملک بن ابی سلیمان، لیث بن ابی سلیم، مطرف بن طریف، حصین بن عبد الرحمن ابو حنیفہؒ کے پاس آتے جاتے تھے، اور آپ سے ان کے پیش آمدہ مسائل اور حدیث شریف میں جو انہیں اشتباہ ہوتا اس کے بارے میں سوال کرتے۔ (**کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۱۲۳**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۲۲**)

(۲) اسماعیل بن بشر البلخیؒ بھی ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۳۶۵**)

(۳) شداد بن حکیم البلخیؒ (م ۲۱۳ھ) صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۵: ص ۲۲۳**)

(۴) زفر بن ہذیلؒ (م ۱۵۸ھ) ثقہ، مامون، متقن، حافظ الحدیث ہیں۔ (**لسان المیزان: ج ۳: ص ۵۰۱، کتاب الثقات للقاسم: ج ۴: ص ۳۱۳**)

لہذا یہ سند حسن ہے، معلوم ہوا کہ ائمہ محدثین کی ایک جماعت کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کے ماہر تھے۔

## محدث یونس بن ابی اسحاقؒ (م ۱۵۲ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) احادیث صحیح وضعیف واصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار کی معرفت رکھتے تھے۔

**-مولانا نذیر الدین قاسمی**

ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث، امام ابوالقاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثني محمد بن حماد قال: ثنا [محمد بن] الحسين بن إبراهيم قال: ثنا عيسى بن يونس قال: سمعت أبي يقول: كان النعمان بن ثابت شديد الإتباع لصحيح حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم، فإن عسر عليه ما يستدل به من حديث رسول الله صلى الله عليه وسلم أخذ بما صحت الرواية به عن أصحابه من علم أهل الكوفة، فإن خولف في ذلك إلى غير علم أهل بلده، لم يجاوز ما أدرك عليه أهل الكوفة عن أهل الكوفة۔**

نعمان بن ثابتؒ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحیح حدیث کی سخت اتباع کرنے والے تھے، اگر استدلال کیلئے انہیں کوئی حدیث رسول نہیں ملتی تو اہل کوفہ میں سے آپ کے اصحاب کی صحیح روایت کو لیتے، اگر اس میں علماء کا آپ کے اہل شہر علماء سے اختلاف ہوتا تو آپ کے ہم عصر اہل کوفہ نے اہل کوفہ سے جو نقل کیا ہوتا آپ اس سے تجاوز نہ فرماتے۔ (**فضائل ابی حنیفۃ اخبارہ ومناقبہ لابن ابی العوام: ص ۱۵۰**)

اس روایت میں اس شخص کا رد ہے جس کا کہنا ہے کہ حدیث اور روات امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کا میدان نہیں ہے۔

**سند کی تحقیق:**

(۱) امام ابوالقاسم ابن ابی العوامؒ (م ۳۳۵ھ) ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں۔

(۲) ابوعبداللہ، محمد بن حماد بن المبارک المصیصیؒ صدوق ہیں۔ (دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۱۹: ص ۳۷**)

(۳) محمد بن الحسین بن ابراہیم البغدادیؒ (م ۲۶۱ھ) صحیح بخاری کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۸۲۱**)[۱]

(۴) عیسی بن یونس بن ابی اسحاق السبیعیؒ (م ۱۹۱ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، مامون ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۳۴۱**)

---

(۱) **فضائل ابی حنیفۃ اخبارہ ومناقبہ لابن ابی العوام** کے مطبوعہ نسخہ میں حسین بن ابراہیم سے پہلے [محمد بن] ساقط ہو گیا ہے، کیونکہ اسی حسین بن ابراہیم کے استاد، اسی کتاب **فضائل ابی حنیفہ: ص ۵۱، ۶۳، ۱۵۷** پر محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ) ہیں، اور محمد بن فضیل الضبیؒ (م ۱۹۵ھ) دراصل یہ محمد بن حسین بن ابراہیم البغدادیؒ (م ۲۶۱ھ) کے شاگرد ہیں۔ دیکھئے (**تہذیب الکمال: ج ۲۶: ص ۲۹۶**)، اور محمد بن

(۵) یونس بن ابی اسحاق السبیعیؒ (م ۱۵۲ھ) صحیح مسلم و سنن اربع کے راوی اور صدوق، حسن الحدیث ہیں۔ (تقریب: رقم ۷۸۹۹)

لہذا یہ سند حسن ہے۔

حسین بن ابراہیم البغدادیؒ (م ۲۱۶ھ) محمد بن حماد بن المبارکؒ کے اساتذہ کے طبقہ میں بھی آتے ہیں، بلکہ حافظ المشرق، امام خطیب بغدادیؒ (م ۴۶۳ھ) نے محمد بن حماد بن المبارکؒ کے اساتذہ میں ایک نام احمد بن حسین بن ابراہیم البغدادیؒ کا ذکر کیا ہے، جن کے استاد عیسی بن یونسؒ (م ۱۸۷ھ) ہیں۔ (دیکھئے تاریخ بغداد: ج ۴: ص ۳۱۵) اور احتمال ہے کہ محمد کے بجائے احمد نیچے کے روات میں سے کسی کی غلطی کی وجہ سے آ گیا ہے۔ واللہ اعلم

اس تفصیل سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہاں اس روایت میں محمد بن حسین بن ابراہیم ہونا چاہئے۔ واللہ اعلم

# ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک،
# امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ، امام المسلمین اور احفظ الناس تھے۔

**-مولانا نذیر الدین قاسمی**

ثقہ، ثبت، بلکہ اثبت الناس، مشہور امام، حافظ الحدیث، فقیہ، مجاہد، عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے بھی امام صاحبؒ (م ۱۸۱ھ) کی زبردست توثیق فرمائی ہے۔ چنانچہ

- امام عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت لی ہے۔ (**تاریخ بغدادی: ج ۱۳: ص ۳۲۵**) اور امام عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ (**دراسات حدیثیۃ متعلقۃ بمن لایروی الا عن ثقۃ للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص ۲۸۴**، نیز دیکھئے اگلی روایت)

معلوم ہوا کہ عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ ہیں۔

- حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا داود بن أبي العوام، قال: أخبرنا وهب، قال: أخبرنا عبد الله، قال: أخبرنا زائدة، عن هشام، عن الحسن قال: انظروا ممن تأخذون هذا الحديث فإنه دينكم، قال عبد الله: فإذا كان الحديث لا يؤخذ إلا عن ثقة فالرأي أولى الا يؤخذ إلا عن ثقة، فإذا حدثك الثقة عن أبي حنيفة فذاك۔**

حسنؒ کہتے ہیں: جس سے حدیث لے رہے ہو اس کو اچھے سے دیکھ لو، کیونکہ یہ تمہارا دین ہے، عبد اللہؒ کہتے ہیں: جب حدیث شریف ثقہ ہی سے لی جائے گی تو رائے تو بدرجہ اولیٰ ثقہ ہی سے لی جائے گی، پس جب کوئی ثقہ ابوحنیفہؒ سے روایت کرتے ہوئے تمہیں حدیث بیان کرے تو وہ ٹھیک ہے۔ (**کشف الآثار: ج ۲: ص ۲۴۹**)

<u>**سند کی تحقیق:**</u>

(۱) حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) ابوحاتم، داود بن ابی العوامؒ سے رواۃ کی ایک جماعت مثلاً حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ)، ابوحامد، احمد بن سلیمانؒ (م ۳۳۰ھ)، ابوسعید، حاتم بن عقیل المراری اللؤلؤيؒ (م ۳۳۳ھ)، ابوعبد اللہ، محمد بن یوسف بن ردام الرزماناخي البخاريؒ (م ۳۴۰ھ) وغیرہ نے روایت لی ہے۔ (**الاکمال: ج ۲: ص ۲۸۹، ج ۷: ص ۲۳۹، الانساب للسمعانی: ج ۶: ص ۱۱۴**) اور ان پر

کوئی جرح نہیں ملی۔

لہٰذا وہ یہاں پر صدوق ہیں۔

(۳) وہب بن زمعہ، ابوعبداللہ المروزیؒ سنن ترمذی ونسائی کے راوی اور ثقہ ہیں۔(تقریب: رقم ۷۴۷۷)

(۴) عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث اور فقیہ، مجاہد ہیں۔(تقریب)

معلوم ہوا کہ یہ سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

ثابت ہوا کہ امام عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) ثقہ تھے۔ اسی طرح ایک اور جگہ امام عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) فرماتے ہیں کہ

**"غلب ابو حنيفة رحمه الله الناس بالحفظ و الفقه و الصيانة و شدة الورع"**

امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰) حافظہ، فقہ، پرہیزگاری اور اتقان میں لوگوں پر غالب تھے۔ **(مناقب للمکی: ص ۱۸۴، طبع بیروت)**

اس کی سند حسن ہے، دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۱۵: ص ۴۵۔**

غور فرمائیں! عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے نہ صرف امام صاحبؒ کے حافظہ کی تعریف کی، بلکہ فرمایا کہ وہ اپنے زمانے میں لوگوں پر حافظہ کے اعتبار سے غالب تھے، یعنی وہ **"احفظ الناس فی زمانہ"** تھے۔

- اسی طرح، صدوق، امام ابوعبداللہ الصیمریؒ (م ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ

**أنشدنا ابو الحسن العباس بن احمد بن الفضل الهاشمي قال أنشدنا احمد بن محمد المنصوري قال أنشدنا علي بن محمد النخعي قال أنشدنا إسحاق بن إبراهيم بن مقراض قال أنشدنا سويد بن سعيد المروزي قال سمعت ابن المبارك يقول**

**(لقد زان البلاد و من عليها ... إمام المسلمين ابو حنيفة)**

**(بآثار و فقه في حديث ... كآثار الزبور على الصحيفة)۔(اخبار ابی حنیفۃ للصیمری: ص ۹۰)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام ابوعبداللہ الصیمریؒ (م ۴۳۶ھ) مشہور صدوق، امام ہیں۔(سیر: ج ۱۷: ص ۶۱۶، **الطبقات السنیۃ فی تراجم الحنفیۃ**)

(۲) ابوالحسن، عباس بن احمد بن الفضل الہاشمیؒ (م ۴۰۵ھ) بھی صدوق ہیں۔(**تاریخ الاسلام: ج ۹: ص ۸۳**)

(۳) احمد بن محمد بن صالح، ابوالعباس المنصوریؒ بھی صدوق، ظاہری فقیہ ہیں۔(**الروض الباسم: ج ۱: ص ۲۹۹**)

(۴)　علی بن محمد، ابن کاس النخعیؒ (م ۳۲۴ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (**ارشاد القاصی والدانی: ص ۴۳۹**)

(۵)　ابویعقوب، اسحاق بن ابراہیم بن یونس **المنجنیقی البغدادیؒ** (م ۳۰۴ھ) سنن نسائی کے راوی اور ثقہ، حافظ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۳۳۵**)

(۶)　سوید بن سعید الانباریؒ (م ۲۴۰ھ) صحیح مسلم کے راوی اور صدوق ہیں، مگر آخری عمر میں بینائی چلی گئی تھی اور جن حضرات نے بینائی کی درستی کے وقت سنا تھا، ان کی وہ احادیث حسن ہیں۔ (**تقریب: رقم ۲۶۹۰، تاریخ بغداد: ج ۹: ص ۲۲۸، تہذیب الکمال: ج ۱۲: ص ۲۵۲، الرواۃ الذین اختلفت فیھم اقوال الامام احمد جرحا و تعدیلا للشیخ کداف احمد الکد: ص ۳۹۵، رسالۃ مقدمۃ لنیل درجۃ الماجستیر**)

**<u>نوٹ:</u>**

سوید بن سعیدؒ (م ۲۴۰ھ) انبار کے تھے اور انبار عراق کا ایک شہر ہے۔ (**الانساب للسمعانی: ج ۴: ص ۸۸**) پھر وہ بغداد آکر بھی روایت بیان کرتے تھے۔ (**تاریخ بغداد: ج ۹: ص ۲۲۷**) اور اس روایت میں موجود، ان کے شاگرد حافظ ابویعقوب، اسحاق بن ابراہیم بن یونس **المنجنیقیؒ** (م ۳۰۴ھ) بھی بغداد کے تھے اور راوی عام طور سے اپنے شہر کے علماء سے پہلے مستفید ہوتا ہے، پھر ان کے شیوخ کے طبقہ پر نظر ڈالی جائے، تو معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اہل عراق سے علی الاقل (۲۳۶ھ) سے پہلے پہلے سماع کیا تھا، کیونکہ انکے بغدادی اساتذہ میں اسماعیل بن ابراہیم، ابوابراہیم البغدادی الترجمانیؒ کا نام ملتا ہے، جن کی وفات (۲۳۶ھ) ہوئی تھی۔ (**تہذیب الکمال: ج ۳: ص ۱۳**)

اور سوید بن سعیدؒ (م ۲۴۰ھ) کی بینائی ''آخیر عمر'' میں چلی گئی تھی، جیسا کہ حوالے گزر چکے۔ اس لحاظ سے حافظ ابویعقوب، اسحاق بن ابراہیم بن یونس **المنجنیقیؒ** (م ۳۰۴ھ) کا سماع سوید بن سعید الانباریؒ (م ۲۴۰ھ) سے ''**قبل کف بصرہ**'' ثابت ہوتا ہے۔ واللہ اعلم

لہذا یہاں پر وہ سویدؒ (م ۲۴۰ھ) صدوق ہیں۔ واللہ اعلم

(۷)　عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔ واللہ اعلم

معلوم ہوا کہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث اور فقہ میں امام المسلمین ہیں۔

غالباً یہی وجہ ہے کہ عبداللہ بن المبارکؒ اپنے تلامذہ کو اہتمام کے ساتھ، امام صاحبؒ کی روایات بیان کرتے تھے، چنانچہ

- ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کہتے ہیں کہ

**حدثنا عبد الصمد بن الفضل، قال: حدثنا علي بن مهران، قال: كان ابن المبارك جالسا يحدث الناس فقال: حدثني النعمان بن ثابت فاحتبس بعض الناس عن الكتابة وقال: من يعني أبو عبد الرحمن؟ قال: أعني أبا حنيفة مخى العلم قال: فأمسك بعضهم عن الكتابة، فقال ابن المبارك: أيها الناس! ما أسوء آدابكم وما أجهلكم بالأئمة وما أقل معرفتكم بالعلم وأهله، ليس أحد أحق أن يقتدى به من أبي حنيفة لانه كان اماماً تقياً نقياً ورعاً عالما، قد كشف العلم كشفا لم يكشفه احد منهم بفهم وبصر و تقى، فمن ابتغى العلم في غير طريق أبي حنيفة ضل، ثم حلف بأن لا يحدثهم شهرا۔**

علی بن مہران کہتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارکؒ بیٹھے لوگوں کو حدیث بیان کر رہے تھے، آپ نے کہا: مجھ سے نعمان بن ثابت نے حدیث بیان کی، تو کچھ لوگ لکھنے سے رک گئے، اور کہا ابوعبدالرحمن (یعنی عبداللہ بن المبارکؒ) کی مراد کون ہیں؟ تو ابن المبارکؒ نے کہا: میری مراد ابوحنیفہؒ ہیں ۔۔۔، کہتے ہیں تو بعض لوگ لکھنے سے رک گئے، تو ابن مبارکؒ نے کہا: لوگو! تم کتنے بے ادب ہو، ائمہ سے کتنے ناواقف ہو، علم واہل علم کے بارے میں کتنی کم جانکاری رکھتے ہو، ابوحنیفہؒ سے زیادہ کوئی اس کا حق دار نہیں کہ اس کی اقتداء کی جائے وہ امام، متقی، پاک وصاف، پرہیزگار اور عالم تھے، انہوں نے اپنے فہم، بصیرت، اور تقوے سے علم کو ایسا کھولا جیسا کسی نے نہیں کھولا، پس جو ابوحنیفہ کے راستے کے علاوہ میں علم کو تلاش کرے گا وہ گمراہ ہوگا، پھر انہوں نے قسم کھائی کہ ایک مہینے تک انہیں حدیث بیان نہیں کریں گے۔ (**کشف الآثار الشریفۃ: ج۱: ص۲۳۸**)

<u>**سند کی تحقیق:**</u>

(۱) حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) عبدالصمد بن الفضل البلخیؒ (م ۲۸۴ھ) ثقہ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۶: ص۳۶۰**)

(۳) علی بن مہران المروزیؒ بھی ثقہ، حافظ ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج۷: ص۲۴۳**)

(۴) عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) مشہور ثقہ، ثبت، حافظ الحدیث ہیں، جیسا کہ گزر چکا۔

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔ واللہ اعلم

اس سے معلوم ہوا کہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت نہ لینا، ائمہ دین کی بے ادبی اور کتاب وسنت کی عدم معرفت کی دلیل ہے۔ کیونکہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کو امام صاحبؒ سے، وہ روایات بھی ملی، جو دوسروں

کے پاس نہیں تھی، چنانچہ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) ہی فرماتے ہیں کہ

**حدثنا عمران بن فرينام، قال: حدثنا أبو الفضل، قال: أخبرنا وهب، قال: أخبرنا فضالة النسائي، قال: سمعت عبد الله بن المبارك يقول: لولا أبو حنيفة ما كنا ندري هذا الحديث، وذكر حديثا في كتاب البيوع، قال أبو زيد: وهو حديث عمر حيث قال للانصاري: ألا وضعتم فيهم السلاح، يقول عبد الله: كنت لا أعرف تفسيره ومعناه حتى عرفنيه أبو حنيفة رحمة الله عليه۔**

ابن المبارکؒ کہتے ہیں: اگر ابوحنیفہؒ نہ ہوتے تو ہمیں اس حدیث کا پتہ نہ چلتا، اور کتاب البیوع سے ایک حدیث ذکر فرمائی، ابوزیدؒ کہتے ہیں وہ حضرت عمرؓ کی حدیث ہے کہ آپؓ نے انصاریؓ سے فرمایا: کیا تم نے ان پر ہتھیار استعمال نہیں کر لیا؟ ابن المبارکؒ کہتے ہیں: مجھے اس کی تفسیر اور معنیٰ پتہ نہیں تھا یہاں تک کہ ابوحنیفہؒ نے مجھے بتایا۔ **(کشف الآثار الشریفۃ: ج۱: ص۲۳۸)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ)،

(۲) ابوزید، عمران بن فرینامؒ،

(۳) ابوالفضل الفزاریؒ (م ۳۰۶؁ھ)،

(۴) وہب بن زمعہؒ وغیرہ کی توثیق گزر چکی۔ **(کشف الآثار: ج۱: ص۲۵۵، مجلہ الاجماع: ش۱۷: ص۲۸)**

(۵) فضالۃ بن ابراہیم النسائی سنن ترمذی کے راوی اور ثقہ، ضابط ہیں۔ **(تقریب: رقم ۵۳۹۴)**

(۶) عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱؁ھ) کی توثیق گزر چکی۔

اس کی سند بھی حسن ہے۔

نیز ایک اور روایت میں عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱؁ھ) نے اصحاب الاوزاعی کو روایت بیان کرنے سے، اس لئے رک گئے کہ ان حضرات نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) کو حدیث میں کمزور سمجھا تھا۔ فیما اعلم۔ چنانچہ

- حافظ عبداللہ بن محمد بن یعقوب الحارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا محمد بن علي بن سهل، قال: حدثنا محمد بن حرب، قال: أخبرنا النضر الاصم، عن القاسم بن الريان، قال: حدث ابن المبارك بالشام عن أبي حنيفة فقال أصحاب الأوزاعي: تحدث عن أبي حنيفة؟ قال: فرمى بالكتاب من يده وقام غضبان وقال: ما رأيت مثل أبي حنيفة۔**

قاسم بن الریانؒ کہتے ہیں کہ ابن المبارکؒ نے ملک شام میں ابوحنیفہؒ سے حدیث بیان کی، تو امام اوزاعیؒ کے شاگردوں نے کہا: کیا آپ ابوحنیفہؒ سے حدیث بیان کرتے ہو؟ تو ابن المبارکؒ نے کتاب اپنے ہاتھ سے پھینک دی اور غصے سے کھڑے ہو گئے اور فرمایا: میں نے ابوحنیفہ جیسا نہیں دیکھا۔ (**کشف الآثار الشریفۃ: ج۱: ص۲۳۸**)

**سند کی تحقیق:**

(۱) حافظ ابو محمد الحارثیؒ (م۳۴۰ھ) کی توثیق گزر چکی۔

(۲) محمد بن علی بن سہل، ابوبکر المروزیؒ (م۲۹۶ھ) صدوق ہیں۔ (**الکامل لابن عدی: ج۷: ص۵۵۹، تاریخ جرجان: ص۳۹۶، مصباح الأریب في تقریب الرواۃ الذین لیسوا في تقریب التھذیب: ج۴: ص۱۸۴**)

(۳) محمد بن حرب بن خربان النشائی (م۲۵۵ھ) صحیحین کے راوی اور صدوق ہیں۔ (**تقریب: رقم ۵۸۰۴**)

(۴) ابو عبداللہ، النضر بن عبداللہ الاصم مقبول ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۱۳۸**)

ان سے ایک جماعت مثلاً محمد بن علی بن الحسن بن شقیقؒ (م۲۵۰ھ)، احمد بن سیار المروزیؒ (م۲۶۸ھ)، محمد بن حرب بن خربان النشائی (م۲۵۵ھ) وغیرہ نے روایت لی ہے اور حافظ ابن حبانؒ (م۳۵۴ھ) نے ''الثقات'' میں شمار کیا ہے۔ (**الکفایۃ للخطیب: ص۱۲۲، کتاب الثقات لابن حبان: ج۹: ص۲۱۳**)

لہذا وہ صدوق ہیں۔ (**مجلہ الاجماع: ش۱۶: ص۳۱**)

(۵) صاحب عبداللہ بن المبارک، القاسم بن محمد بن الریان المروزیؒ سے امام العلل، امام ابوزرعہؒ (م۲۶۴ھ) نے روایت لی ہے۔ (**الضعفاء لابی زرعۃ: ج۲: ص۴۷۹**) اور امام العلل امام ابوزرعہؒ (م۲۶۴ھ) اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت لیتے تھے۔ (**دراسات حدیثیۃ متعلقۃ بمن لا یروی الا عن ثقۃ للشیخ ابی عمرو الوصابی: ص۲۹۰**)

لہذا وہ بھی کم از کم صدوق ہیں۔ (**نیز دیکھئے مساوئ الأخلاق للخرائطی: ص۲۰۴**)

(۶) عبداللہ بن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کی توثیق گزر چکی۔

لہذا یہ سند بھی حسن ہے۔

غور فرمائیں! اگر ابن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کے نزدیک امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) حدیث میں یتیم یا کمزور ہوتے، تو اصحاب الاوزاعی کے کہنے پر رک جاتے، لیکن انہوں نے جو کیا اور جو کہا، وہ تو روایت میں آپ کے سامنے ہے۔ لہذا ابن المبارکؒ (م۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م۱۵۰ھ) حدیث میں ثقہ اور بے مثال ہیں۔ واللہ اعلم

غالباً یہی وجہ ہے کہ جو لوگ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت نہیں لیتے، وہ ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے یہاں تفریط کا شکار ہیں، چنانچہ صدوق، حافظ الحدیث، محدث ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کہتے ہیں کہ

**حدثنا أبو زيد عمران بن فرينام، قال: أخبرنا أبو الفضل قال: أخبرنا وهب، عن ابن مزاحم، عن عبد الله أنه قال: أفرط هؤلاء وأفرط هؤلاء، أهل الشام لا يقبلون من أهله شيئا، وأصحابنا لا يروون من قوله شيئا؛ يعني أبا حنيفة رحمة الله عليه۔**

یہ لوگ افراط کا شکار ہو گئے اور یہ لوگ [بھی] افراط کا شکار ہو گئے، یعنی اہل شام، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی اہلیت کو بالکل بھی نہیں مانتے اور ہمارے اصحاب ان کے اقوال میں سے کوئی قول بھی روایت نہیں کرتے۔ (**کشف الآثار الشریفة: ج ۱: ص ۲۳۸**)

اس سند کے تمام رواۃ ثقہ یا صدوق ہیں (**مجلہ الاجماع: ش ۱۷: ص ۲۸**) اور سند حسن ہے۔ واللہ اعلم

ان تمام اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عبد اللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) کے نزدیک، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) امام المسلمین حدیث میں ثقہ اور بے مثال ہیں اور ان سے روایت نہ کرنا تفریط کے شکار ہونے کی دلیل ہے۔ واللہ اعلم

## صدوق راوی توبۃ بن سعد القاضی کے نزدیک، امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰؁ھ) حدیث کے ماہر تھے۔

صدوق راوی توبہ بن سعد القاضی المروزیؒ (م ۱۸۷؁ھ) نے بھی امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) کو حدیث کا ماہر قرار دیا ہے، چنانچہ امام ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا داود بن أبي العوام، قال: حدثنا وهب، قال: حدثنا عبد العزيز [بن أبي رزقه]، قال: كان توبة بن سعد جالس ابا حنيفة، وأخذ منه صفو علمه، وكان لا يجاوز في فتياه وقضاياه أقاويله، وكان يقول: حسبي أبو حنيفة حجة فيما بيني وبين ربي، لانه جمع الخصال التي تلزم الاقتداء به، فقها به يضرب المثل، وبصراً في أصول الدين وفروعه وورعا وتقوى رحمة الله عليهم۔**

عبدالعزیز بن ابی رزقہؒ کہتے ہیں: توبہ بن سعدؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی مجالست اختیار کی، اور آپ سے صاف ستھرا علم اخذ کیا، وہ اپنے فتوے اور فیصلوں میں امام ابوحنیفہؒ کے قول سے تجاوز نہیں کرتے تھے، اور کہتے تھے: ابوحنیفہؒ، میرے اور میرے رب کے درمیان بطور حجت، میرے لئے کافی ہیں، اس لئے کہ آپ ان تمام اوصاف کے جامع ہیں جس کی وجہ سے آپ کی اقتداء لازم ہے، فقہ میں آپ ضرب المثل ہیں، دین کے اصول وفروع اور پرہیزگاری وتقوے کے بھی جامع ہیں۔ (**کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۲۱۶**)

**سند کی تحقیق:**

(۱) حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰؁ھ)،

(۲) ابوحاتم، داود بن ابی العوامؒ اور

(۳) وہب بن زمعہ، ابوعبداللہ المروزیؒ کی توثیق گزر چکی۔

(۴) عبدالعزیز بن ابی رزمۃ، ابومحمد المروزیؒ (م ۲۰۶؁ھ) سنن ابی داود وترمذی کے راوی ثقہ ہیں۔ (**تقریب: رقم ۴۰۹۶**)

(۵) قاضی توبۃ بن سعد بن عثمان بن یسار المروزیؒ (م ۱۸۷؁ھ) صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات لابن حبان: ج ۶: ص ۱۲۰، کتاب الثقات للقاسم: ج ۳: ص ۱۱۴، الاکمال لابن ماکولا: ج ۴: ص ۴۳۰**)

لہذا ثابت ہوا کہ صدوق راوی توبہ بن سعد القاضی المروزیؒ (م ۱۸۷؁ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰؁ھ) اصول الدین یعنی قرآن وحدیث کے ماہر تھے۔

## ثقہ، امام عبدالعزیز بن ابی رزمۃؒ (م ۲۰۶ھ) کے نزدیک، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کی کثرت کے حریص ہیں۔

ثقہ، امام، محدث ابومحمد، عبدالعزیز بن ابی رزمہؒ (م ۲۰۶ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی طلب حدیث کی طرف توجہ اور اس کے حصول کے لئے ان کی حرص کو ذکر فرمایا، چنانچہ امام ابومحمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

**حدثنا داود بن أبي العوام، قال: سمعت وهبا، يقول: سمعت عبد العزيز بن أبي رزمة وذكر علم أبي حنيفة بالحديث قال: قدم الكوفة محدث فقال أبو حنيفة لأصحابه: انظروا هل عنده شيء من الحديث ليس عندنا، قال: وقدم عليهم محدث آخر، فقال لأصحابه مثل ذلك۔**

عبدالعزیز بن أبی رزمہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کے علم حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا: کوفہ میں ایک محدث آئے تو امام ابوحنیفہؒ نے اپنے اصحاب سے کہا: دیکھو ان کے پاس کوئی ایسی حدیث ہے جو ہمارے پاس نہیں، کہتے ہیں: ایک اور محدث بھی کوفہ آئے تب بھی آپ نے اپنے اصحاب سے یہی کہا۔ (**کشف الآثار الشریفۃ للحارثی: ج ۱: ص ۲۹۴**)

**<u>سند کی تحقیق:</u>**

(۱) حافظ حارثیؒ (م ۳۴۰ھ)،

(۲) ابوحاتم، داود بن ابی العوامؒ،

(۳) وہب بن زمعہ، ابوعبداللہ المروزی اور

(۴) عبدالعزیز بن ابی رزمۃ، ابومحمد المروزیؒ (م ۲۰۶ھ) کی توثیق گزر چکی۔

لہذا یہ سند حسن ہے۔

اور معلوم ہوا کہ امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) حدیث کے حصول اور اس کی کثرت کی طرف توجہ کرتے تھے۔

# کیا عبداللہ بن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کو آخری عمر میں ترک کر دیا تھا؟؟؟

-مولانا نذیر الدین قاسمی

**توضیح الکلام: ص ۹۳۳** پر محترم ارشاد الحق اثری صاحب لکھتے ہیں: کہ

امام ابن حبانؒ نے بسند متصل نقل کیا ہے کہ ابراہیمؒ بن شماس فرماتے ہیں میں نے امام ابن مبارکؒ کو ''ثغر'' کے مقام میں دیکھا وہ کتاب لوگوں پر پڑھ رہے تھے، جب امام ابوحنیفہؒ کا ذکر آتا، تو فرماتے: اضربوا علیہ اس پر نشان لگا لو اور یہ آخری کتاب تھی، جو انھوں نے لوگوں کو سنائی تھی۔ **(الثقات ترجمہ ابراہیم بن شماس)**، السنۃ لابن احمد میں ہے کہ یہ واقعہ امام بن مبارکؒ کی وفات سے بضعۃ عشر ۱۳ - ۱۴ دن پہلے کا ہے۔ ابراہیم بن شماس ثقہ ہیں (تقریب: ص ۲۲) اور ابن حبانؒ نے ان سے یہ روایت بواسطہ عمر بن محمد البجیر ی یقول سمعت محمد بن سہل بن عسکر بیان کی ہے اور محمد بن سہل ثقہ، امام ہیں۔ **(تقریب: ص ۴۴۸)**

اور عمر بن محمد البجیر ی حافظ حدیث اور ثقہ، امام ہیں۔ **(تذکرہ: ج ۲: ص ۷۱۹)**

اور یہ قول ابراہیمؒ سے مختلف اسانید کے ساتھ تاریخ بغداد (ص ۴۱۴ ج ۱۳) اور المجروحین لابن حبان (ص ۷۱ ج ۳) السنۃ لعبداللہ بن احمد (ص ۲۱۱، ۲۱۴، ج ۱) العلل ومعرفۃ الرجال (ص ۲۴۲ ج ۲) میں بھی دیکھا جا سکتا ہے۔

امام عبداللہ بن مبارک مزید فرماتے ہیں کہ میں نے امام ابوحنیفہؒ سے چار سو حدیثیں نقل کی ہیں، جب میں عراق واپس جاؤں گا، تو انھیں منسخ کر دوں گا۔ **(بغدادی: ص ۴۱۳ ج ۱۳)**

امام ابن عبد البرؒ بسند متصل معلّی بن اسد نقل کرتے ہیں:

**قلت لابن المبارک کان الناس یقولون انک تذھب الی قول ابی حنیفة قال لیس کل ما یقول الناس یصیبون فیه قد کنا ناتیه زماناً و نحن لا نعرفه فلما عرفناه ترکناه۔ (الانتقاء: ص ۱۵۱)**

یعنی میں نے ابن مبارکؒ سے کہا لوگ کہتے ہیں کہ تم ابوحنیفہؒ کے قول کی اقتدا کرتے ہو، تو انھوں نے جواب دیا لوگوں کی ہر بات صحیح نہیں ہوتی، ہم ایک زمانہ تک ان کے پاس جاتے تھے مگر انھیں پہچانتے نہ تھے لیکن ہمیں معلوم ہو گیا تو انھیں چھوڑ دیا۔[۱]

امام ابن ابی حاتمؒ غالباً انہی اقوال کی روشنی میں فرماتے ہیں:

---

(۱) اس کی سند ضعیف ہے، محمد بن روح المدائنی کا تعین اور توثیق مطلوب ہے، نیز دیکھئے ص:۔

**ترکہ ابن المبارک بآخرہ**

کہ ابن مبارک نے بالآخرہ انھیں چھوڑ دیا تھا۔

علمائے احناف امام ابوحنیفہؒ کی تعریف میں امام ابن مبارکؒ کا نام بڑے اچھوتے انداز میں لیتے ہیں اوران کے غیر مستند قصائداوراقوال کو شہ سرخیوں سے ذکر کرتے ہیں حالانکہ مندرجہ بالا اقوال ان سے یکسر منافی ہیں۔ اگران اقوال کو صحیح سلیم کرلیا جائے تو ان میں تطبیق کی صورت بالکل ظاہر ہے کہ آخری عمر میں امام ابن مبارکؒ کی امام ابوحنیفہؒ سے عقیدت کافور ہو چکی تھی، جیسا کہ امام ابن ابی حاتمؒ نے کہا، بلکہ امام ابن مبارکؒ کے شاگرد رشید ابراہیم بن شماسؒ کے الفاظ بھی یہی ہیں کہ **"ترک ابن المبارک ابا حنیفة** رحمہ اللہ **فی آخر امرہ"**۔(**المجروحین لابن حبان: ج ۳ ص ۷۱**)

**<u>الجواب:</u>**

ابراہیم بن شماسؒ (**م ۲۲۱ھ**) کی جس روایت کی بنیاد پر امام ابن ابی حاتمؒ (**م ۳۲۷ھ**) وغیرہ ائمہ نے کہا کہ **"ترکہ ابن المبارک بآخرہ"**، اس خاص روایت کو ائمہ محدثین بلکہ دیگر کبار اصحاب عبداللہ بن مبارکؒ نے جھوٹی، مرجوح، بلکہ خود ابراہیم بن شماسؒ (**م ۲۲۱ھ**) نے اس روایت سے انکار کر دیا ہے، چنانچہ ثقہ، امام ابوعبداللہ ابن ابی حفص البخاریؒ (**م ۲۶۴ھ**) فرماتے ہیں کہ

**قال ابو اسحاق الخلال صاحب عبد اللہ بن المبارک: بلغني ان ابراهيم بن شماس يقول: ان عبد اللہ بن المبارک ترک ابا حنيفة فغمني ذلک و انکرت، فجئت الی ابراهيم بن شماس و انا شبه المغضب فقلت بلغني عنک انک قلت: عبد اللہ ترک ابا حنيفة، فقال معاذ اللہ ما قلت من هذا شيئاً۔**

ابواسحاق الخلال، عبداللہ بن المبارک کے شاگرد کہتے ہیں: مجھے پتہ چلا کہ ابراہیم بن شماس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارکؒ نے ابوحنیفہؒ کو ترک کردیا، تو مجھے اس سے غم ہوا اور میں نے انکار کیا، پھر میں ابراہیم بن شماسؒ کے پاس گیا اور میں کچھ غصہ میں تھا، میں نے کہا: مجھے آپ کے بارے میں پتہ چلا ہے کہ آپ کہتے ہیں: عبداللہ نے ابوحنیفہ کو چھوڑ دیا، تو انہوں نے کہا: اللہ کی پناہ میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔(**مناقب الامام ابی حنیفة للزرنجری: ص ۱۴۲-۱۴۳، نیز دیکھئے کشف الآثار الشریفة: ج ۲: ص ۲۵۲**)[1]

---

(۱) مناقب الامام ابی حنیفة للزرنجری میں اگر چہ اس روایت کے شروع میں ثقہ، امام ابوعبداللہ ابن ابی حفص البخاریؒ (**م ۲۶۴ھ**) کا نام لکھا نہیں ہے، لیکن اسی کتاب کے شروع میں صدوق، امام شمس الائمہ ابوالفضل، بکر بن محمد الزرنجریؒ (**م ۵۱۲ھ**) نے ابوعبداللہ بن ابی حفصؒ (**م ۲۶۴ھ**) اوران کی کتاب مناقب ابی حنیفة کا نہ صرف ذکر کیا، بلکہ اس کتاب کی مکمل سند بھی بیان کردی ہے (ص ۱۰۷-

ظاہر یہی ہوتا ہے کہ یہ روایت ابراہیم بن شماسؒ (م ۲۲۱ھ) کا وہم تھا، تب ہی تو انہوں نے اس سے رجوع کر لیا۔ اسی طرح صدوق، حافظ الحدیث، امام ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) فرماتے ہیں کہ

**قال أبو زيد عمران بن فرينام: سمعت بعض أصحابنا يذكر قال: قيل لاحمد بن مردويه إن إبراهيم بن شماس يذكر أن عبد الله ترك أبا حنيفة فغضب وقال: قل لابراهيم: أن ثالثة وثلاثين كتاباً من كتب عبد الله تكذبك، فكان تأول على عبد الله: ثم أنكر جميع ذلك لما أنكر عليه وصرفه إلى غيره۔**

ابو زید عمران بن فرینامؒ کہتے ہیں کہ میں نے ہمارے بعض ساتھیوں کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ احمد بن مردویہ سے کہا گیا: ابراہیم بن شماس کہتے ہیں کہ عبداللہ بن ابو حنیفہ کو ترک کر دیا تو وہ ناراض ہو گئے اور کہا: ابراہیم سے کہو: عبداللہ کی کتابوں میں سے تینتیسویں کتاب تمہاری تکذیب کرتی ہے، پھر وہ عبداللہ پر تاویل کرتے تھے، پھر جب ان پر نکیر کی گئی تو ان تمام چیزوں کا انکار کر دیا اور اسے دوسرے کی طرف پھیر دیا۔ **(کشف الآثار الشریفۃ: ج ۲: ص ۲۵۲)**

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) صدوق، حافظ الحدیث ہیں، اور

(۲) ابو زید، عمران بن فرینامؒ ثقہ ہیں، جیسا کہ تفصیل گزر چکی۔ **(دیکھئے ص: ۳۳)**

(۳) ''**بعض اصحابنا**'' کی جہالت مضر نہیں، کیونکہ دیگر اصحاب عبداللہؒ نے اس روایت کی تائید فرمائی ہے، جیسا کہ گزر چکا۔

(۴) احمد بن محمد بن موسیٰ، ابو العباس المروزی المعروف بمردویہؒ (م ۲۳۵ھ) ثقہ، حافظ الحدیث اور مکثر عن ابن المبارک ہیں۔ **(تاریخ الاسلام: ج ۵: ص ۷۶۴، تقریب)**

---

**۱۰۸)** اور اس کتاب میں اکثر جگہ ان ہی کی کتاب سے استفادہ بھی کیا ہے، نیز اس باب [**روایة بعض الائمة عن ابی حنیفة وقولهم فیه**] کے شروع میں بھی اکثر جگہ انہوں نے امام ابو عبداللہ ابن ابی حفص البخاریؒ (م ۲۶۴ھ) سے یا اس سند میں موجود ان کے شیخ کے حوالے سے ہی ائمہ کے اقوال ذکر کئے ہیں، (**مناقب الامام ابی حنیفۃ للزرنجری: ص ۱۳۰**، نیز دیکھئے ۱۳۴، ۱۳۵) جس کی واضح مثال یہی ابو اسحاق الخلالؒ (م ۲۴۱ھ) کی روایت ہے، جس میں صاحب کتاب، امام ابو الفضل، الزرنجریؒ (م ۵۱۲ھ) نے یہ روایت مناقب ابی حنیفۃ لابن ابی حفص سے ہی ذکر کی ہے، مگر ان کا نام نہیں لیا، بلکہ ان کے شیخ ابو اسحاق الخلالؒ (م ۲۴۱ھ) کے حوالے سے روایت نقل کر دی ہے۔ لیکن امام ابو محمد الحارثیؒ (م ۳۴۰ھ) کی روایت میں امام ابو عبداللہ ابن ابی حفص البخاریؒ (م ۲۶۴ھ) کا ذکر ہے، دیکھئے **کشف الآثار الشریفۃ: ج ۲: ص ۲۵۲۔**

لہذا یہ روایت حسن ہے۔ واللہ اعلم

* غالباً یہی وجہ ہے کہ صدوق، حافظ ابومحمد الحارثیؒ (م ٣٤٠ھ) کہتے ہیں کہ

**إن إبراهيم بن شماس كان ظاهر العداوة لأبي حنيفة، يروي في أمر أبي حنيفة أشياء لا تثبت ولا تصح ولا يقبل قوله وقول أمثاله في أبي حنيفة ولا في عبد الله۔۔۔۔۔وقد كان أوقع إبراهيم بن شماس في الناس في تأويل تأوله على عبد الله: أن عبد الله ترك أبا حنيفة حتى انتصب له أصحاب عبد الله ففسقوه وردوا عليه وكذبوه حتى أنكر ذلك۔**

یقیناً ابراہیم بن شماسؒ ابوحنیفہؒ سے کھلی عداوت رکھتے تھے، اور ابوحنیفہؒ کے بارے میں بہت سی ایسی چیزیں روایت کرتے تھے جو نہ صحیح ہیں نہ ثابت، اوران کا اوران جیسوں کا قول نہ ابوحنیفہؒ کے بارے میں مقبول ہے نہ ابن مبارکؒ کے بارے میں، اورابراہیم بن شماس نے لوگوں کو ایسی تاویل میں مبتلا کر دیا تھا جو انہوں نے عبد اللہؒ پر کی تھی کہ عبداللہ نے ابوحنیفہ کو ترک کر دیا، یہاں عبداللہؒ کے شاگردان کے خلاف کھڑے ہوئے، ان کی تفسیق کی، ان پر رد کیا، ان کی تکذیب کی یہاں تک کہ انہوں نے ان کا انکار کیا۔ (**کشف الآثار: ج١: ص ٢٥١-٢٥٢**)

* ثقہ، امام ابوعبداللہ ابن ابی حفص البخاریؒ (م ٢٦٤ھ) فرماتے ہیں کہ

**''وبعض الطاعنين والحاسدين يقول: إن عبد الله بن المبارك ترك أقاويل أبي حنيفة وترك مسائله وترك الرواية عنه، فقال أبو عبد الله: سمعت بمكة يذكر هذا الكلام، فأخبرت الحسن بن الربيع - وكان من أصحاب عبد الله بن المبارك فقُلت هذا الكلام فقال: هؤلاء كذبوا على عبد الله، فإني سمعته قبل موته بثلاثة أيام يروي عن أبي حنيفة ويذكر مسائل أبي حنيفة، فمن أخبرك غير هذا فلا تصدقه فإنه كذاب''**

بعض طعن کرنے والے اور حاسدین کہتے ہیں کہ عبداللہ بن المبارکؒ نے ابوحنیفہؒ کے اقوال، ان کے مسائل اوران سے روایت کرنا ترک کر دیا تھا، ابوعبداللہ کہتے ہیں: میں نے مکہ میں اس کلام کا تذکرہ سنا، تو میں نے عبداللہ بن المبارکؒ کے شاگرد الحسن بن الربیع اس کلام کا ذکر کر کے اس کے بارے میں جاننا چاہا تو انہوں نے کہا: یہ لوگ عبداللہؒ پر جھوٹ باندھتے ہیں، میں نے ان کی وفات سے تین روز پہلے انہیں سنا وہ ابوحنیفہؒ سے روایت بیان کر رہے تھے اوران کے مسائل ذکر کر رہے تھے، پس جو تمہیں اس کے علاوہ کوئی بات بتائے اس کی تصدیق نہ کرو کیونکہ وہ کذاب ہے۔ (**مناقب الامام ابی حنیفۃ لابن ابی حفص** بحوالہ مناقب الامام ابی حنیفۃ للزرنجری: ص ١٥٨)

لہذا جب عبداللہ بن المبارکؒ (م ١٨١ھ) نے اپنی وفات سے ''٣'' دن پہلے امام ابوحنیفہؒ (م ١٥٠ھ) سے روایت بیان

کی ہے، ان کے اقوال ذکر کئے ہیں، تو اس سے ابراہیم بن شماسؒ (م ۲۲۰ھ) وغیرہ کی روایت کی حیثیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

خلاصہ یہ کہ

- ابراہیم بن شماسؒ (م ۲۲۱ھ) کی روایت وہم وخطاء ہے اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے بلکہ خود ابن شماسؒ (م ۲۲۱ھ) نے بھی اپنی روایت سے انکار کر دیا تھا۔

- معلٰی بن اسدؒ (م ۲۱۸ھ) کی روایت بھی سنداً ضعیف ہے، جیسا کہ تفصیل گزر چکی، نیز اگر سند درست بھی ہو جائے، تو تب بھی کبار اصحاب عبداللہ مثلاً حافظ ابو اسحاق الخلالؒ (م ۲۴۱ھ)، حافظ ابو العباس مردویہؒ (م ۲۳۵ھ) اور حافظ ابو علی، الحسن بن الربیع البجلیؒ (م ۲۲۰ھ) وغیرہ نے اس طرح کی روایات کا رد کر دیا ہے۔

- بلکہ وفات سے "۳" دن سے پہلے بھی امام عبداللہ بن مبارکؒ (م ۱۸۱ھ) نے امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت بیان کی ہے، لہذا صحیح وراجح یہی ہے کہ امام ابن المبارکؒ (م ۱۸۱ھ)، امام ابو حنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کو ثقہ، احفظ الناس اور امام المسلمین سمجھتے تھے، یہاں تک آپؒ کی وفات ہو گئی۔ واللہ اعلم

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنے اپنے وقت پر کامل ایمان پر خاتمہ نصیب فرمائیں۔۔ آمین۔

# سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) بھی امام ابوحنیفہؒ (م ۱۵۰ھ) کی فضیلت کے قائل ہو گئے تھے۔

- مولانا نذیر الدین قاسمی

ثقہ، امام ابوعبداللہ بن ابی حفصؒ (م ۲۶۴ھ) فرماتے ہیں کہ

سمعت حامد بن آدم قال: ذكرت ذلك ليعلى بن عبيد الطنافسي فضحك وقال: هذا عندنا مشهور ظاهر،

[قال ابن ابی حفص رحمہ اللہ] فكان هذا أول حال سفيان ثم بعد ذلك أقر بفضل ابی حنيفة حتى قال أبو سعد الصغاني - واسمه محمد بن ميسر - كنت أختلف إلى أبي حنيفة فيقول: من أين جئت؟ قلت: كنت عند سفيان. فقال أبو حنيفة: إنک جئت من عند رُجل لو ان الاَسود وعُلَقَمة كانا حيين لاحتاجا إلى مثله۔

قال: فآتي سفيان فيقول: من أين جئت؟ فأقول: من عند أبي حنيفة. قال: إنک جئت من عند رجل تجد عنده علماً كثيراً۔

ثم روى سفيان عن أبي حنيفة عن عثمان بن راشد عن عائشة بنت عجرد عن ابن عباس ؓ في الجنُب يترك المضمضة والاستنشاق ويصلي قال: يعيد الصلاة۔

وروى سفيان ثوری قال: حدثنا أبو حنيفة عن عاصم بن أبي النجود عن أبي رزين عن ابن عباس ؓ في المرأة ترتد عن الإسلام قال: تحبس ولا تقتلُ۔

[قال شمس الائمۃ الزرنجری رحمہ اللہ] فصح ما قلنا: إن سفيان الثوری قد اقر بفضل ابی حنيفة رحمہ اللہ۔

حامد بن آدمؒ کہتے ہیں میں نے اس کا تذکرہ یعلیٰ بن عبید الطنافسی سے کیا تو وہ ہنسے اور کہا یہ ہمارے ہاں بہت مشہور ہے، ابن ابی حفصؒ کہتے ہیں کہ سفیان کا یہ حال پہلے تھا، بعد میں وہ ابوحنیفہؒ کے فضل کو ماننے لگے تھے، یہاں تک کہ ابوسعد محمد بن میسر الصغانیؒ کہتے ہیں: میں ابوحنیفہؒ کے پاس آتا تو وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا میں سفیان کے یہاں تھا، تو ابوحنیفہؒ کہتے: تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو کہ اگر اسود اور علقمہ زندہ ہوتے تو وہ بھی ایسے شخص کے محتاج ہوتے، کہتے ہیں پھر میں سفیان کے پاس آتا، وہ پوچھتے کہاں سے آرہے ہو؟ میں کہتا ابوحنیفہ کے یہاں سے، تو وہ کہتے: تم ایسے شخص کے پاس سے آرہے ہو جن کے پاس تمہیں علم کثیر ملے گا۔ پھر سفیانؒ نے ابوحنیفہؒ کی سند سے ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ روایت کیا کہ اگر جنبی مضمضہ اور استنشاق چھوڑ دے اور نماز پڑھ لے تو اسے نماز

لوٹانا ہوگی، اور سفیانؒ نے امام ابوحنیفہؒ کی سند سے ابن عباسؓ کا یہ فتویٰ بھی روایت کیا ہے کہ اسلام سے مرتد ہو جانے والی عورت کو قید کیا جائے گا، اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔ شمس الائمہ زرنجریؒ کہتے ہیں: پس صحیح وہی ہے جو ہم نے کہا کہ سفیان ثوریؒ امام ابوحنیفہؒ کے فضل کے قائل ہو گئے تھے۔ (**مناقب الامام ابی حنیفۃ لابن ابی حفص** بحوالہ مناقب الامام ابی حنیفۃ للزرنجری: ص ۱۲۶-۱۲۷، نیز دیکھئے **کشف الآثار: ج۱: ص ۹۳-۹۴**)

**سند کی تحقیق:**

(۱) امام ابوعبداللہ، محمد بن احمد بن حفص البخاریؒ (م ۲۶۴ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (**سیر: ج ۱۲: ص ۶۱۷**)

(۲) حامد بن آدمؒ میں کوئی حرج نہیں ہے، جب وہ ثقہ سے روایت کرتے ہے۔ (**الکامل لابن عدی: ج ۳: ص ۴۰۹**) اور یہاں بھی وہ ثقہ سے ہی روایت کر رہے ہے۔، لہذا وہ صدوق ہیں۔

(۳) یعلی بن عبید الطنافسیؒ (م ۲۰۹ھ) کتب ستہ کے راوی اور ثقہ ہیں۔ (**تحریر تقریب التہذیب: رقم ۷۸۴۴**)

لہذا یہ سند حسن ہے اور معلوم ہوا کہ سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی فضیلت اور توثیق کے قائل ہو گئے تھے۔

یہی وجہ ہے کہ ایک روایت میں امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) فرماتے ہیں کہ

''**إن كان أبو حنيفة يركب في العلم أحد من سنان الرمح كان و الله شديد الأخذ للعلم ذابا عن المحارم متبعا لأهل بلده لا يستحل أن يأخذ إلا بما يصح عنده من الآثار عن النبي صلى الله عليه و سلم شديد المعرفة بناسخ الحديث و منسوخه و كان يطلب أحاديث الثقات و الآخر من فعل النبي صلى الله عليه و سلم و ما أدرك عليه عامة العلماء من أهل الكوفة في اتباع الحق أخذ به و جعله دينه قد شنع عليه قوم فسكتنا عنهم بما نستغفر الله تعالى منه بل قد كانت منا اللفظة بعد اللفظة قال قلت أرجو ان يغفر الله تعالى لك ذلك**''

بے شک ابوحنیفہ علم کے معاملہ میں نیزے کی نوک سے بھی تیز دھار پر سوار ہوتے، واللہ وہ علم کے شدید حاصل کرنے والے، قابل احترام چیزوں کا دفاع کرنے والے، اپنے اہل شہر (علماء) کی اتباع کرنے والے، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی انہیں احادیث کو لیتے جو آپ کے نزدیک صحیح ہوتیں، ناسخ و منسوخ احادیث کو خوب جانتے تھے، آپ ثقات کی احادیث، حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال کو تلاش کرتے، اور حق کی اتباع میں علماء اہل کوفہ کی اکثریت جس پر ہوتی اسی کو آپ لیتے اور اس کو اپنا دین بنا لیتے، کچھ لوگوں نے آپ پر طعن و تشنیع کی تو اس پر ہم خاموش رہے، اس پر ہم اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتے ہیں، بلکہ ایک آدھ لفظ ہم بھی کہہ

دیا کرتے تھے، کہتے ہیں کہ میں نے کہا: میں امید کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی اس چیز کو (بھی) معاف فرما دیں گے۔(**اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ: ص ۷۵**)

یہ روایت حسن ہے۔(دیکھئے **مجلہ الاجماع: ش ۲۱: ص ۶۰**)

- اسی طرح، صدوق، امام ابوعبداللہ الصیمری ؒ (م ۴۳۶ھ) فرماتے ہیں کہ

**أخبرنا أبو القاسم عبد الله بن محمد المعدل قال ثنا مكرم بن أحمد قال ثنا عبد الصمد بن عبد الله الدلال عن عبد الله بن إبراهيم بن قتيبة قال أنبأ ابن نمير قال حدثني إبراهيم بن البصير عن إسماعيل بن حماد عن أبي بكر بن عياش قال مات عمر بن سعيد أخو سفيان فأتيناه نعزيه فإذا المجلس غاص بأهله وفيهم عبد الله ابن إدريس إذ أقبل أبو حنيفة في جماعة معه فلما رآه سفيان تحرك عن مجلسه ثم قام فاعتنقه وأجلسه في موضعه وقعد بين يديه قال أبو بكر فاغتظت عليه وقال ابن ادريس ويحك ألا ترى فجلسنا حتى تفرق الناس وقلت لعبد الله بن إدريس لا تقم حتى نعلم ما عنده في هذا قلت يا أبا عبد الله رأيتك اليوم فعلت شيئا أنكرته وأنكره أصحابنا عليك قال وما هو قلت جاءك أبو حنيفة فقمت إليه وأجلسته في مجلسك وصنعت به صنيعا بليغا وهذا عند أصحابنا منكر قال فما أنكرتم من ذلك هذا الرجل من العلم بمكان فإن لم أقم لعلمه قمت لسنه وإن لم أقم لسنه قمت لفقهه وإن لم أقم لفقهه قمت لورعه فاحجمني فلم يكن له عندي جواب۔**

ابوبکر بن عیاش ؒ کہتے ہیں سفیان ؒ کے بھائی عمر بن سعید ؒ کا انتقال ہو گیا، ہم ان کی تعزیت کے لئے گئے، مجلس لوگوں کیسے بھری ہوئی تھی، ان میں عبداللہ بن ادریس ؒ بھی تھے، اتنے میں ابوحنیفہ ؒ اپنے ساتھ ایک جماعت کو لے کر آئے، جب سفیان نے انہیں دیکھا تو اپنی جگہ سے ہٹے اور کھڑے ہو کر ان سے معانقہ کیا اور انہیں اپنی جگہ بٹھایا، اور خود ان کے سامنے بیٹھ گئے، ابوبکر ؒ کہتے ہیں مجھے ان پر غصہ آیا، ابن ادریس ؒ نے (ابوبکر ؒ سے) کہا آپ دیکھ نہیں رہے (یعنی مجلس بھری ہوئی ہے) پس ہم بیٹھ گئے یہاں تک کہ لوگ چلے گئے، تو میں نے ابن ادریس ؒ سے کہا تم نہ جاؤ یہاں تک کہ ہم معلوم کر لیں کہ ان کے دل میں ان کے بارے میں کیا ہے، میں نے کہا: اے ابوعبداللہ آج میں نے آپ کو ایک ایسا کام کرتے دیکھا جو مجھے بھی ناپسند ہوا اور ہمارے ساتھیوں نے اس کو پسند نہیں کیا، انہوں نے کہا وہ کیا؟ میں نے کہا: ابوحنیفہ تمہارے پاس آئے، تو آپ ان کی طرف کھڑے ہوئے اور انہیں اپنی جگہ بٹھایا اور ان کا بہت اکرام کیا، یہ ہمارے ساتھیوں کو ناگوار ہوا، انہوں نے کہا: تمہیں اس پر کیوں اعتراض ہے!! اس شخص (ابوحنیفہ ؒ) کا ایک علمی مقام ہے، تو اگر میں ان کے علم کی وجہ سے نہ کھڑا ہوتا تو ان کی عمر کی جگہ کھڑا ہوتا، اگر عمر کی وجہ سے نہیں تو ان کے فقہ کی وجہ سے، اور اگر ان کے فقہ کی وجہ

سے نہیں تو ان کے تقویٰ طہارت کی وجہ سے، تو انہوں (سفیانؒ) نے میرا منہ بند کر دیا، میرے پاس اس کا کوئی جواب نہیں تھا۔ (**اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ للصیمری: ص ۸۰-۸۱، نیز دیکھئے تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۴۱، مسند الامام الاعظم لابن خسرو: ج ۱: ص ۱۶۰، کشف الآثار للحارثی: ج ۱: ص ۸۷**)

<u>سند کی تحقیق:</u>

(۱) امام عبداللہ الصیمریؒ (م ۴۳۶ھ) صدوق، جید النظر اور اہل علم میں سے ہیں۔ (**تاریخ بغداد: ج ۸: ص ۷۷**)

(۲) اگر چہ ابوالقاسم، محمد بن عبداللہ ابن الثلاجؒ (م ۳۸۷ھ) پر کلام ہے۔ لیکن ان کے متابع میں موجود، امام حسین بن ہارون، ابوعبداللہ الضبیؒ (م ۳۹۸ھ) ثقہ، حجت ہیں۔ (**تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۴۱، تاریخ الاسلام: ج ۸: ص ۷۸۶**)، لہذا اس روایت میں ابن الثلاج پر کلام فضول ہے۔

(۳) محدث مکرم بن احمد القاضیؒ (م ۳۴۵ھ) ثقہ، امام ہیں۔ (**تاریخ الاسلام: ج ۷: ص ۸۲۸**)

(۴) عبدالصمد بن عبداللہ القاضیؒ (م ۳۰۶ھ) صدوق، امام ہیں۔ (**سیر: ج ۱۴: ص ۲۳۰، تاریخ ابن عساکر: ج ۳۶: ص ۲۳۲**)

(۵) عبداللہ بن ابراہیم بن قتیبہؒ، ابن عدیؒ (م ۳۶۵ھ) کم از کم صدوق ہیں۔ (**الکامل: ج ۲: ص ۲۳۸، ج ۱: ص ۷۹**)

(۶) ابراہیم بن اسماعیل بن البصیر بھی صدوق ہیں۔ (**کتاب الثقات للقاسم: ج ۲: ص ۱۵۶**)

<u>نوٹ:</u>

اخبار ابی حنیفۃ واصحابہ وغیرہ کے مطبوعہ نسخے میں ابراہیم ابن البصیر کے بجائے، ابراہیم بن النضر یا نصر آ گیا ہے، جو کہ کاتب کی غلطی کا نتیجہ ہے، صحیح ابراہیم ابن البصیر ہے، جیسا کہ **تاریخ بغداد: ج ۱۳: ص ۳۴۱، مسند الامام الاعظم لابن خسرو: ج ۱: ص ۱۶۰** پر موجود ہے۔ واللہ اعلم

(۷) اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) ثقہ ہیں۔ (**دیکھئے مجلہ الاجماع: ش: ص**)

(۸) ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) صحیحین کے راوی اور ثقہ، عابد ہیں۔ (**تقریب: رقم ۷۹۸۵**)

<u>نوٹ:</u>

اگر چہ ابوبکر بن عیاشؒ (م ۱۹۴ھ) کا آخری عمر میں حافظہ خراب ہو گیا تھا، (**تقریب**) لیکن اسماعیل بن حماد بن ابی حنیفہؒ (م ۲۱۲ھ) نے بہت پہلے علم حاصل کرنا شروع کر دیا تھا، چنانچہ ان کے اساتذہ میں عمر بن ذرؒ (م ۱۵۳ھ)، مالک بن مغولؒ

(م ۱۵۹ھ)، محمد بن عبد الرحمٰن بن ابی ذئبؒ (م ۱۵۹ھ)، امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) وغیرہ حضرات موجود ہیں۔

لہذا وہ قدیم السماع ہیں۔ واللہ اعلم

خلاصہ یہ کہ یہ سند حسن ہے۔

معلوم ہوا کہ امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ)، امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) کی فضیلت کے قائل ہو گئے تھے، جیسا کہ صدوق، امام شمس الائمہ، ابو الفضل الزرنجریؒ (م ۵۱۲ھ) نے ثابت کیا ہے۔

اور **توضیح الکلام: ص ۹۴۱** پر جرح کے اقوال ارشاد الحق اثری صاحب نے ذکر کئے ہیں ان سے امام سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) رجوع کر چکے ہیں اور پھر امام صاحبؒ (م ۱۵۰ھ) سے روایت بھی لی ہے۔ (**فضائل ابی حنیفۃ لابن ابی العوام: ص ۱۰۶**) اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (م ۸۵۲ھ) کی رائے ہے کہ یہ حضرات اپنے نزدیک صرف ثقہ سے روایت کرتے تھے۔ (**النکت الوفیۃ للبقاعی: ج ۱: ص ۴۵۳**)، اس لحاظ سے بھی سفیان ثوریؒ (م ۱۶۱ھ) کے نزدیک، امام صاحب ثقہ ثابت ہوتے ہیں۔ واللہ اعلم